وَاِذَا دُعُوۤا اِلَی اللّٰہِ رَسُولہ وَیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ.

بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک و صاف بناؤ گے یا نہیں
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں

مباحثہ سارچور

برمسئلہ

حیات وممات مسیح علیہ السلام

مابین

مولانا مولوی جلال الدین صاحب شمس (مولوی فاضل) احمدی ومولوی عبداللہ صاحب (مولوی فاضل) غیراحمدی

باردوم

باہتمام محمد یامین تاجر کتب قادیان دارالامان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چودھری اللہ بخش پرنٹر چھپ کر محمد یامین پبلشر نے قادیان سے شائع کیا)

تبلیغی ٹریکٹ

مرتبہ محمد یامین تاجر کتب قادیان

- حقانیت اسلام
- عقائد احمدیہ
- تحفہ آریہ حصہ اول
- مسیح ومہدی
- وفات مسیح ناصری
- یسوع اور آسمان
- ضرورت مذہب
- حقیقت وحی والہام
- صداقت مسیح موعودؑ
- خاتم النبیینؐ کی شان کا اظہار
- فیصلہ خدائی برمسلمات ثنائی
- اصولی اختلاف ہائے
- حسین مظلوم
- تذکرۃ الحسن
- اسلام ہی سچا مذہب ہے

- حقیقت احمدیت
- چھوت چھات
- تحفہ آریہ حصہ دوم
- عیسائی مذہب
- مذہب باوا نانک صاحبؒ
- یسوع اور صلیب
- حقیقی نبی
- تقیہ شیعہ
- تردید حیات عیسیٰ
- علامات مسیح موعود
- روحانی تعلیم
- ایک غلطی کا ازالہ
- ثبوت باری تعالیٰ
- احمدؐ کے دعویٰ کی بنیاد
- آریہ اقوام کی اصلیت

- بحث خاتم النبیینؐ
- آریہ مکتی
- انجام آریہ سماج
- اسلام اور مسیحیت
- حقیقت دجال
- عیسائیت کی اصلیت نمبر۱
- عیسائیوں کا خدا
- ظہور امام علیہ السلام
- وفات مسیح
- شناخت مسیح موعودؑ
- اسلام کی برکات
- گوشت خوری
- آریہ سماج کا مذہب
- احمدؐ جری اللہ
- کرشن ثانی و باوا نانکؒ

- نبوت کی حقیقت
- پیدائش دنیا
- ردتناسخ
- ستیارتھ پرکاش پر ریویو
- حقیقت سناتن دھرم
- عیسائیت کی اصلیت نمبر۲
- البشارت
- وفات عیسیٰؑ
- معیار صداقت مسیح موعودؑ
- مشابہت مسیحین
- معزز شیعہ کے خط کا جواب
- پہاڑی وعظ
- مدارنجات
- اجراء نبوت
- مسیح محمدی

- راستبازوں کی پہچان
- یہودی مذہب
- صداقت احمد قادیانی
- تثلیث اور توحید
- یسوع مسیح کا خون
- چیلنج دربارہ نبوت
- ایک غلط فہمی کا ازالہ
- ذوالفقار حیدری
- نزول ابن مریم
- ختم نبوت
- تبلیغی خط
- شیعہ مذہب
- احمد مدعی نبوت
- کرشن اوتار
- تاویل المتشابہات

- پچپن سوالات
- آریہ سماج اور ہم
- اسلام اور ہندودھرم
- وفات ابن مریم
- دین حق
- اسلامی تعلیم
- اسلامی عقائد
- خاتم النبیینؐ
- لائف اور مشن
- مسیح اور امت محمدیہ
- حقیقی مذہب
- واقعات کربلا
- اسمہ احمد
- مقدس نبی
- ہستی باری تعالیٰ

یہ ٹریکٹ جیبی تقطیع کارڈ سائز سولہ صفحہ فی ٹریکٹ ایک پیسہ ۴؍ کے ۲۵
ایک روپیہ کے ایک صد ۱۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مباحثہ سارچور

وجہ قیام مباحثہ

۳۱۔ اگست اور یکم ستمبر ۱۹۲۰ء کو موضع سارچور ضلع گورداسپور تحصیل بٹالہ میں مابین احمدیان و غیر احمدیان ایک زبردست مباحثہ مسئلہ حیات و وفات مسیح پر ہوا۔ وجہ اس مباحثہ کے قیام کی یہ ہوئی کہ ایک شخص مسمی محمد اسمٰعیل (جو اپنے آپ کو باوجود علوم دینیہ سے نابلد ہونے کے بزمرۂ مولویان شمار کرتا تھا حالانکہ قرآن مجید بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ شب و روز احمدیت کے خلاف شعر کہنا اس کا کام ہے۔ اس کے اشعار کی کیفیت یہ ہے۔ نہ قافیہ ٹھیک نہ وزن برابر اور نہ ردیف کا لحاظ) موضع سارچور میں بغرض وعظ آیا۔ اور لوگوں کو احمدیت کے خلاف بہکایا۔ اور گورنمنٹ کے خلاف عوام الناس کو بھڑکایا۔ احمدیوں نے اس کا مقابلہ کیا۔

اسی اثناء میں میرے مکرم فاضل مولوی نور احمد صاحب ساکن لودی ننگل بھی ایک بیمار کے علاج کرنے کے لئے قریہ مذکور میں پہنچ گئے۔ محمد اسمٰعیل سے آپ کی گفتگو ہوئی تو اسے کچھ جواب نہ بن آیا۔

تب غیر احمدیوں نے قصبہ فتح گڈھ چوڑیاں سے مولوی عبدالحئی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل اور مولوی صدرالدین صاحب کو بلایا۔ اور احمدیوں سے کہا ہم مولوی ثناء اللہ امرتسری کو لاتے ہیں۔ اور آپ بھی قادیان سے علماء منگوائیں۔

میرے جانے کی وجہ:

اس قرارداد پر دو احمدی ۳۰۔ اگست ۱۹۲۰ء کو قادیان دارالامان میں آئے۔ تا کہ ان کے ساتھ کوئی عالم بھیجا جاوے۔ میں کلانور کے مباحثہ سے جو ۲۸۔ اگست ۱۹۲۰ء کو ہوا۔ آتے ہوئے اپنے گاؤں (سیکھواں) میں ٹھہر گیا تھا۔ اس لئے وہ دونوں بھائی میرے گاؤں

میں جناب امیر جماعت احمدیہ قادیان کا رقعہ لئے ہوئے پہنچے۔ میرا ارادہ اس دن قادیان آجانے کا تھا۔ جب رقعہ دیکھا تو اس میں یہ لکھا تھا

"مکرم بندہ مولوی جلال الدین صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
آج دو آدمی جن کے ہاتھ یہ رقعہ روانہ کیا جاتا ہے۔ سارچور سے یہاں پہنچے وہاں یعنی سارچور میں مباحثہ کے لئے ایک عالم کی ضرورت ہے۔ تجویز کیا گیا ہے کہ آپ وہاں ان کے ہمراہ تشریف لے جاویں۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔"

یہ رقعہ پڑھتے ہی بندہ اور حافظ سلیم احمد خان اٹاوی بتوکل علی اللہ اس طرف چل دیئے۔ ہم بٹالہ پہنچے ہی تھے کہ آفتاب نے شفق کی چادر اوڑھ لی۔ اور شب کی آمد شروع ہوئی۔ سارچور وہاں سے ۹ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اس لئے تجویز پیش ہوئی کہ رات یہاں بٹالہ میں قیام کرتے ہیں۔ علی الصبح روانہ ہوں گے۔ میں نے کہا۔ ہمیں وہاں ضرور پہنچنا چاہیے۔ تا ہمارے احمدی بھائیوں کو کسی قسم کی تشویش نہ ہو۔ چنانچہ رات ہی کو ہم وہاں پہنچ گئے۔

جھوٹی افواہیں پھیلانے والے شرمندہ ہوئے۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی مولوی نور احمد صاحب اور مولوی عبدالحئی صاحب کے درمیان مباحثہ کے لئے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس خط و کتابت میں بھی مولوی نور احمد صاحب نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ چنانچہ آخری رقعہ کا جواب تک نہ دیا تھا۔ (یہ خط و کتابت بوجہ طوالت نہیں لکھ سکتا) بہر کیف ہمارے پہنچنے پر ان سے کہا گیا کہ اگر آپ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں .... تو مناظرہ تحریری ہونا بہ نسبت تقریری کے سودمند ہے۔ اس کی شرائط کا فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ لیکن فریق ثانی کی یہ حالت کہ نہ وہ مباحثہ تحریری منظور کریں اور نہ شرائط کا تصفیہ۔ بہت مشکل ہوئی۔ آخر کار گاؤں کے احمدیوں اور غیر احمدیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ موضوع مباحثہ حیات و وفات مسیح ہو۔ اور امن بذمہ فریقین ہو۔ دونوں طرف سے تحریر ہوگئی کہ ہر ایک فریق اپنے فریق کے امن کا ذمہ دار ہوگا۔ اور ہر دو فریق کا کوئی شخص اثناء مناظرہ میں دنگہ و فساد شوروغل کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اس شرط پر دونو فریق جائے بحث میں ۱۲ بجے دن کے پہنچ گئے۔

احمدیوں کی طرف سے عاجز راقم مناظر مقرر ہوا۔ اور غیر احمدیوں کی طرف سے

مولوی عبداللہ صاحب مولوی فاضل قرار پائے۔

احمدیوں کی طرف سے فاضل مولوی نور احمد صاحب اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی عبدالحئ صاحب پریذیڈنٹ متعین ہوئے۔

اس کے بعد میں نے کہا کہ وقت معین کیا جائے۔ اور پریذیڈنٹوں کا یہ کام ہوگا کہ جب کسی مناظر کا وقت ختم ہوجائے تو اس کو اطلاع دے دیں۔ کہ آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے اس پر مناظر غیر احمدی صاحب نے کہا کہ یہ کس مناظرہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ پریذیڈنٹوں کا یہ فرض ہے کہ وہ وقت بتادیں۔ میں نے کہا آپ بھی بتادیں کہ کس مناظرہ کی کتاب میں ایسا مسطور ہے کہ مناظرہ میں پریذیڈنٹ بنانا ضروری ہے۔ اس پر مولوی صاحب بہت گھبرائے۔ اور آخر ہماری بات کو منظور کرلیا۔ پھر مولوی عبداللہ صاحب کو ہماری طرف سے افتتاحی تقریر کرنے کے لئے کہا گیا۔ جوانہوں نے اس کا جواب دیا۔ اور جو میں نے جواب الجواب دیا۔ وہ احمدی اور غیر احمدی کے عنوان سے تحریر کرتا ہوں:

غیر احمدی: آپ وفات مسیح کے مدعی ہیں۔ اس لئے اصول مناظرہ کی رو سے پہلی تقریر آپ کے ذمہ ہے۔

احمدی: آپ حیات مسیح کے مدعی ہیں۔ اور حیات وفات سے پہلے ہوتی ہے۔ اس لئے آپ پہلے حیات مسیح کا ثبوت دیں۔

غیر احمدی: حیات سے پہلے بھی ایک موت ہے اس لئے فطرتی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ آپ ممات مسیح کا ثبوت دیں۔

احمدی: حیات سے جو پہلے موت ہے۔ اس میں کسی قسم کا تنازعہ نہیں ہے۔ متنازعہ فیہا موت وہ ہے جو حیات کے بعد ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا آپ پر لازم ہے کہ آپ حیات مسیح کا ثبوت دیں۔ ہاں اگر آپ مسیح کی حیات سے پہلی موت کا انکار کرتے ہیں تو میں ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں۔ آپ پہلے اقرار کریں کہ مسیح پر نیستی قبل الحیات طاری نہیں تھی۔ پھر میں ثبوت دوں گا۔

غیر احمدی: حیات مسیح تو صحابہؓ ائمہ اور مفسرین سب کے نزدیک مسلم چلی آتی ہے۔ نیا دعویٰ مرزا صاحب نے پیش کیا ہے کہ مسیح وفات پاگئے ہیں۔ اور مدعی وہ ہوتا ہے جو نئ

بات پیش کرے۔اس لئے آپ پہلے وفات مسیح کا ثبوت دیں۔
احمدی: حیات مسیح کا عقیدہ اگر قرآن مجید واحادیث و اجماع سے ثابت ہے تو کیوں آپ ثبوت نہیں دے دیتے۔حضرت مسیح موعود نے کوئی نیا دعویٰ پیش نہیں کیا۔ بلکہ یہی فرمایا ہے کہ مسیح بھی اور رسولوں کی طرح وفات پا گئے ہیں۔حضرت مسیح موعود حیات مسیح کا انکار فرماتے ہیں۔اور آپ اس کے مدعی ہیں۔انکار کرنے والے پر ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ ثبوت مدعی کی گردن پر ہوتا ہے۔
غیراحمدی: مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کرآسمان پر جا بیٹھے۔
احمدی: اس کے پہلے اور پیچھے کی عبارت پڑ ہیں۔اور مجھے وہ کتاب دکھائیں میں آپ سے تصحیح نقل چاہتا ہوں۔
غیراحمدی: براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔
احمدی: مجھے آپ کتاب دکھائیں۔اور آگے پیچھے کی عبارت پڑھیں۔
غیراحمدی: مجھ پر لازم نہیں ہے کہ میں آپ کو کتاب دکھاؤں۔
احمدی: آپ پر اصول مناظرہ کی رو سے واجب ہے کہ آپ دکھائیں۔
غیراحمدی: نہیں مجھ پر لازم نہیں کہ میں آپ کو کتاب سے دکھاؤں۔
احمدی: اگر آپ پر لازم نہیں ہے کہ آپ دکھائیں تو آپ تصحیح نقل کی تعریف کریں۔
غیراحمدی: آپ کتاب (رشیدیہ) مجھے دیں۔
احمدی: میں آپ کو کتاب دے دوں گا۔آپ پہلے تصحیح نقل کی تعریف تو کریں۔تا کہ میں دیکھوں کہ آپ اصول مناظرہ سے کتنی واقفیت رکھتے ہیں۔
غیراحمدی: میرے شاگرد مولوی فاضل ہیں۔ میں آپ سے اصول مناظرہ زیادہ جانتا ہوں۔آپ کتاب دیں۔
احمدی: جبھی تو میں کہتا ہوں کہ آپ تصحیح نقل کی تعریف کریں۔کتاب میں تو تعریف لکھی ہے آپ کتاب اسی لئے مانگتے ہیں کہ آپ کتاب سے دیکھ کر بتائیں۔
آخر حاضرین نے کہا کہ اصل مسئلہ پر بحث کی جائے۔ اس لئے حاضرین کی

درخواست پر مولوی نور احمد صاحب نے غیر احمدی مناظر کو مخاطب کر کے فرمایا کیا آپ حیات مسیح کا ثبوت دیں گے یا نہیں؟

غیر احمدی مناظر نے جواب دیا کہ میں پہلے تقریر نہیں کروں گا آپ کریں۔

اس لئے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ حیات مسیح کا ثبوت تو یہ دے نہیں سکتے۔ حالانکہ ان پر لازم ہے کہ پہلے یہ ثبوت دیں۔ مگر خیر۔ سامعین کی درخواست پر کہ ان کا وقت ضائع نہ ہو۔ مباحثہ کو شروع کیا جاتا ہے۔ اور افتتاحی تقریر ہم ہی کر دیتے ہیں۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم لوگوں تک حق پہنچا دیں۔

ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ اعلان کیا گیا کہ پہلے فریقین نمازیں ادا کر لیں۔ پھر مباحثہ شروع ہوگا۔

فریقین نمازیں ادا کرتے ہی قریباً ڈھائی بجے میدان مباحثہ میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور پونے تین بجے سے لے کر ۶ بجے شام تک مباحثہ قرار پایا۔ اور پندرہ پندرہ منٹ کی باری مقرر ہوئی۔ اسی طرح دوسرے دن ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک اور کچھ نماز ظہر کے بعد بھی مباحثہ ہوا۔

احمدی: قرآن مجید میں بہت سی آیات وفات مسیح پر دال ہیں۔ منجملہ ان آیات کے آیت وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ. فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ. (سورۂ مائدہ ع ۱۶ پارہ ۷) خدا تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ پر سوال ہوگا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ وہ تجھے اور تیری والدہ کو خدا کے سوائے معبود من دون اللہ بنائیں۔ تو حضرت عیسیٰ جواب دیں گے میں نے ان کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ بلکہ میں تو ان کو اس بات کی تاکید کرتا رہا کہ خدائے واحد کی عبادت کرو۔ اور میں اپنی حین حیات ان پر نگران اور محافظ رہا۔ میری زندگی میں تو انہوں نے ایسا عقیدہ ظاہر نہیں کیا۔ ہاں جب تو نے مجھے وفات دے دی پھر مجھے پتہ نہیں کہ آیا انہوں نے شرک اختیار کیا۔ یا خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہے۔ میرے مرنے کے بعد کے حالات تجھے ہی معلوم ہیں۔ مجھے معلوم نہیں۔

استدلال

اس آیت سے بقول حضرت عیسیٰ وفات مسیح عیاں ہے۔ بایں وجہ کہ آپ عیسائیوں کے شرک اختیار کرنے کا وقت اپنی وفات کے بعد بتلاتے ہیں۔ سو ہم عیسائیوں کی طرف نظر کرتے ہیں کہ آیا اس وقت مشرک ہیں یا نہیں۔ وہ تثلیث کے قائل ہیں ''عیاں راچہ بیاں''

دوسری آیت

دوسری آیت جو وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ. وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ. الخ (سورۂ آل عمران ع ۱۵ پ۴)

شان نزول

یہ آیت جنگ اُحد میں جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پتھر لگ جانے کی وجہ سے بے ہوش ہوگئے تھے۔ نازل ہوئی۔ کفار مکہ نے اس وقت یہ مشہور کر دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ قتل ہوگئے ہیں۔ اس خبر کے سننے سے بعض صحابہ کے پاؤں لڑکھڑا گئے تھے۔ تو ایسے مشکل وقت میں جبکہ صحابہ پر پریشانی حیرت اور سراسیمگی کا عالم طاری تھا ان کو تسلی دینے کے لئے یہ آیت اتری کہ ایسا نہیں چاہیئے کہ اگر آنحضرت ﷺ فوت ہو جائیں تو تم اپنے دین سے ارتداد اختیار کرو۔ کیونکہ آپ تو منجملہ رسل اللہ رسول ہیں۔ اور آپ سے پہلے جس قدر رسول تھے سب وفات پاگئے ہیں۔ اگر آپ مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔

استدلال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم سے پہلے ایک رسول تھے۔ اور مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہے کہ آپ سے پہلے کے تمام رسول وفات پاچکے ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات یافتہ ہیں۔

تیسری آیت

خداتعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (مائدہ ع ۱۰) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَم (مائدہ ع ۳ پ ۶) کہ جو تثلیث فی التوحید اور مسیح کی الوہیت کے قائل ہیں وہ کافر ہیں۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ مسیح کو معبود من دون اللہ مانا جاتا ہے اور سورۂ نحل میں خداتعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ. اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ط وَمَا يَشْعُرُوْنَ ط اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ. (سورۂ نحل ع ۲ پ ۱۴) کہ جولوگ من دون اللہ معبود مانتے ہیں اوران کو مجیب الدعوات قرار دیتے ہیں ان سے مرادیں مانگتے ہیں ان کو خالق خیال کرتے ہیں وہ کچھ خلق نہیں کرتے۔ درآنحالیکہ وہ خود عالم خلق سے ہیں۔ ایسے تمام الہ غیراللہ اموات میں شامل ہیں۔ وہ بالکل زندہ نہیں ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی۔ ان دونوں آیات کے التصاق وارتباط سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جو معبود من دون اللہ مانے جاتے ہیں اموات میں شامل ہیں۔ زندہ نہیں۔

اموات کے لفظ میں ایک شبہ کا جواب

ایک شبہ پڑسکتا تھا کہ عابدین معبودان باطلہ کافر ہوئے جو اپنے آپ کو اللہ منوانے والے تھے۔ ان کو کافر کیوں نہیں کہا گیا تو اس کا جواب دیا کہ ان کو معبود ایسی حالت میں بنایا گیا ہے کہ وہ اموات تھے۔ ان کو کیا معلوم کہ ہمیں معبود بنایا گیا ہے یا نہیں جیسا کہ آیت وَكَانُوْا بِشُرَ كَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ سے ظاہر ہے اور اسی لئے حضرت مسیح قیامت کے دن خداتعالیٰ کے سوال کے جواب میں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ عرض کریں گے۔

جب میں تقریر کر چکا تو غیراحمدی مناظر تردید کے لئے کھڑا ہوا۔ میرے خیال میں یہ بات ناظرین کے لئے زیادہ مفید ہوگی کہ غیراحمدی مناظر کی تردید اور اپنے جوابات کو بطور مکالمہ کے لکھوں۔

غیراحمدی: اول تو توفی کے معنی مرنے کے نہیں ہیں۔ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو پھر

حضرت مسیح کی توفیتنی سے وفات ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ فقرہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم آپ قیامت کے دن کہیں گے۔ اس آیت سے آپ کو اس وقت وفات یافتہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

احمدی: اس آیت سے موجودہ حالت میں آپ کی وفات بالبداہت ثابت ہے۔ بایں وجہ کہ آپ قیامت کے دن اپنی وفات کا وقت عیسائیوں کے شرک اختیار کرنے سے پہلے بتاتے ہیں۔ پس جب عیسائی مقلد بقلادہ شرک ہیں تو لامحالہ ماننا پڑا کہ مسیح عیدا حبولۂ موت ہیں۔

اور اگر مذکورہ بالا مقولہ مسیح سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو نبی کریم کے مذکورہ بالا مقولہ سے بھی آپ کو زندہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ آپؐ بھی قیامت کے دن یہی کہیں گے۔ جیسا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری میں لکھا ہے۔

وَاِنَّہٗ یُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِیْ فَیُؤْخَذُ لَھُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ. یَا رَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ عَبْدُ الصَّالِحُ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ. (بخاری کتاب التفسیر سورۂ مائدہ)

پس جس طرح اس حدیث میں توفیتنی کے معنی اَمَتَّنِیْ لیتے ہیں اسی طرح مسیح کے لئے بھی لینے پڑیں گے۔

غیر احمدی: فاقول قال وجہ شبہ کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اس کے بھی معنے وہی لو جو آنحضرت ﷺ کے لئے لئے گئے ہیں کیسی لغو بات ہے۔

احمدی: مولوی صاحب! آپ نے آنحضرت ﷺ کی بلاغت پر دھبہ لگایا ہے۔ کہ وجہ شبہ کوئی ہے نہیں اور کَمَا حرف تشبیہ یونہی داخل کر دیا۔ مولوی صاحب! آنحضرت ﷺ ایسے فصیح و بلیغ تھے کہ کوئی بھی فصاحت و بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہ کرسکا۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ وجہ شبہ کوئی نہیں۔ جناب وجہ شبہ ہے لیکن عدم علم عدم شئی کو تو مستلزم نہیں۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ جس طرح مسیح اپنی قوم کا بگڑنا اپنی وفات کے بعد بتاتے ہیں اسی طرح مجیئین برجال مــن امتــه کے بگڑنے کا جب آپ کو علم ہوا تو آپ بھی مسیح کی طرح فرمائیں گے۔ میری زندگی میں تو یہ نہیں بگڑے۔ اگر بگڑے ہیں تو میری وفات کے بعد۔

غیر احمدی: توفّیتنی کے معنے رَفَعْتَنِیْ کے ہیں۔

احمدی: توفیتنی کے معنے رفعتنی کے لغت کی رو سے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ لغت میں سے آپ کوئی مثال بھی ایسی نہیں دکھا سکتے جیسے توفیتنی میں توفی کا لفظ ہے اور ت ضمیر خطاب (خدا تعالیٰ) فاعل ہے اور ضمیر منصوب فی (حضرت عیسیٰ) مفعول ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول کوئی ذی روح چیز ہو اور توفی کا لفظ بولا گیا ہو پھر اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے کئے گئے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پر ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ انعام مقرر کیا۔ کوئی ایک مثال پیش کرو۔ لیکن آج تک کوئی پیش نہ کر سکا۔ نہ کوئی کر سکتا ہے نہ کر سکے گا۔

غیر احمدی: توفی کا مادہ وفا ہے اور اس کے معنی اخذ الشی وافیا ہے اور توفیتنی کے معنے ہوئے اَخَذْتَنِیْ وَافِیًا ہے اس کی اور مثالیں یہ ہیں۔

(۱) اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (الم ع ۵) اس کے معنے ہیں تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔

(۲) پھر فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ (نساء ع ۲۴ پ ۶)

(۳) اِنَّمَا تَوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (آل عمران رکوع ۱۹ پ ۴)

(۴) ثُمَّ تَوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (آل عمران ع ۱۹ پ ۴)

(۵) اِذَا كْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ (تطفیف ع ۱ پ ۳۰)

(۶) تَوَفَّیْتُ مِنْهُ دَرَاهِمِی.

(۷) اِسْتَوْفَاهُ وَتَوَفَّاهُ. اِسْتَكْمَلَهٗ (اساس نمبر ۱ البلاغہ) (یہ حوالہ جات ہم نے خود لکھ دیئے ہیں)

(۸) تَوَفَّیْتُ عَدَدَ الْقَوْمِ. اِذْ عَدَدْتَهُمْ كُلَّهُمْ (لسان العرب)

(۹) اَلْوَفَاءُ. ضِدَّ الْغَدَرِ.

(۱۰) وَیَتَوَفَّهُنَّ الْمَوْتُ (نساء ع ۳ پ ۴)

(۱۱) وَاِبْرَاهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (نجم ع ۳ پ ۲۷)

(۱۲) وَفَتْ. نَمَتْ وَطَالَتْ.

(۱۳) تَوَفَّا هُمْ قُرَيْشٌ فِی الْعَدَدِ. (لسان العرب)

دیکھئے! سب حوالجات میں پورا لینے یا پورا دینے کے معنے آئے ہیں۔ آپ کس قرینہ سے توفیتنی میں توفی کے معنے مرنے کے لیتے ہیں۔

احمدی: توفیٰ کا مادہ وفی ہونے سے میں نے کب انکار کیا۔ آپ کو معلوم نہیں کہ توفی کا ماخذ اور مشتق منہ وفات ہے۔ جیسا حدیث اَللّٰھُمَّ احْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّی وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّی سے ظاہر ہے۔

اور توفیتنی کے معنے قبض روح اور موت لینے میں ہمارے پاس قرینہ قرآن مجید و حدیث و لغات عرب ہیں۔ کیونکہ جہاں کہیں بھی ایسا جملہ (کہ اس میں خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح اور توفی فعل واقع ہوا ہے) آیا ہے۔ اس میں سوائے قبض روح کے اور کوئی معنے نہیں لئے گئے۔

حدیث سے تو میں پہلے متنازعہ فیہا آیت ہی آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ جس میں آپ کے نزدیک بھی توفیتنی کے معنے اَمَتَّنِیْ اور قبضت روحی کے ہیں۔ اب میں قرآن مجید سے اور لغات سے چند امثلہ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کرتا ہوں۔

(۱) رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ (اعراف ع۱۴ پ۹)

(۲) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ.
(سورۂ آل عمران ع ۲۰ پ۴)

(۳) وَھُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ (انعام ع۷ پ۷)

(۴) وَالَّذِیْنَ یَتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا. (سورۂ بقر ع۳۱ پ۲)

(۵) تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف ع۱۱ پ۱۳)

ان سب آیات میں توفی کا لفظ قبض روح اور موت کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

(۱) تَوَفَّاهُ اللّٰه ای قبض روحه (منتہی الارب جلد۴ صفحہ ۴۳۵)

(۲) تُوُفِّیَ فُلَانٌ وَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ اَدْرَکَتْہُ الْوَفَاۃَ (اساس البلاغہ جلد۲ صفحہ ۳۴۱)

(۳) تَـوَفَّـی اللّٰہُ فُلَانًا. قَبْضَ رُوْحَہٗ وَ تُوُفِّیَ فُلَان مَجْھُوْلًا اَیْ قَبَض رُوْحُہٗ وَمَاتَ فَاللّٰہُ الْمُتَوَفِّیْ وَالْعَبْدُ الْمُتَوَفّٰی (اقرب الموارد)

(۴) تَوَفَّاهُ اللّٰهُ قَبَضَ رُوْحَهٗ (قاموس جلد۴ صفحہ ۳۰۱)

(۵) تُوَفِّیَ فُلَانٌ اَیْ مَاتَ (تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴)

(۶) تُوُفِّی فُلَانٌ وَتَوَفَّاہُ اللّٰهُ اِذَا قَبَضَ نَفَسَهٗ (لسان العرب جلد ۳۰ صفحہ ۲۸۰)

(۷) تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَیْ قَبَضَ رُوْحَهٗ (صحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۵۲۳)

پس مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ جس جملہ میں خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول ذی روح چیز اور توفی فعل ہے اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے نہیں ہوتے۔

اور جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں ان میں یہ قاعدہ نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ بعض مثالوں میں تو توفی کا لفظ نہیں ہے اور بعض میں جہاں توفی کا لفظ ہے خدا فاعل نہیں ہے۔

غیر احمدی: اگر توفی کے معنی قبض روح اور موت کے ہیں تو اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا (زمر ع۵ پ۲۴) میں انفس کیوں لایا گیا۔ اور نیز هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ کے لحاظ سے کیا لوگ رات کو مر جایا کرتے ہیں۔ اور حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتَ میں موت کو کیوں لایا گیا۔ اور کیا مفہوم توفی کلی ہے یا جزئی جبکہ اس کے معنے قبض روح اور موت کے مجازی ہیں تو آپ حقیقی معنوں کو کیوں چھوڑتے ہیں۔

احمدی: آیت میں انفس کو یتوفی کا مفعول بنایا گیا ہے نایم کا بھی قبض روح ہوتا ہے۔ اس آیت میں قبض روح کی دو صورتیں بتائی ہیں۔ ایک کامل ایک ناقص۔ کامل قبض تو موت کے وقت ہوتی ہے۔

تفصیل یہ ہے۔ پہلی مثال میں اوفوا اوفو باب افعال سے ہے۔ دوسری میں یوفیھم اور تیسری مثال میں توفون اور چوتھی مثال میں توفی باب تفصیل سے ہے پانچویں مثال میں یستوفون باب استفعال سے ہے چھٹی مثال میں نہ خدا تعالیٰ فاعل ہے۔ جو متکلم کی ضمیر ہے۔ نہ مفعول ذی روح چیز جو دراہم ہے۔ ساتویں مثال میں استوفاہ باب استفعال سے ہے۔ آٹھویں میں خدا تعالیٰ فاعل نہیں ہے۔ نویں مثال میں توفی کا لفظ نہیں بلکہ وفا مصدر ثلاثی ہے۔ دسویں مثال میں موت فاعل ہے۔ خدا تعالیٰ فاعل نہیں ہے۔ گیارھویں میں وفی باب تفصیل سے ہے۔ بارھویں میں وفت ثلاثی مجرد سے ہے۔ تیرھویں مثال میں فاعل خدا تعالیٰ نہیں۔ بلکہ قریش ہیں۔

پس توفیتنی کے معنے پورا کرنے کے لیئے چاہئے تھا۔ کہ کوئی ایسی مثال پیش کی جاتی۔ جس میں خدا تعالیٰ فاعل ہو۔ مفعول کوئی ذی روح چیز ہو۔ اور توفی باب تفعل سے کوئی فعل ہو۔ پھر اس کے معنی آسمان میں اٹھا لینے کے ہوتے۔ تب ہمارا استدلال ٹوٹ سکتا تھا۔ ۱۲ منہ

اور ناقص نیند کے وقت اور نائم بھی مردہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ ترجمان القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۷۵ میں لکھا ہے۔

''حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات پاک کی خبر دیتا ہے کہ وہ متصرف ہے وجود میں ساتھ اس شے کے جو چاہتا ہے۔ اور وہی جانوں کو بڑی وفات دیتا ہے۔ ان نگہبان فرشتوں کے واسطے سے جن کو بھیجتا ہے وہ ان کو بدنوں سے قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ وقت سونے کے ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ الخ۔ اللہ پاک نے اس آیت میں دونوں وفات کا ذکر فرمایا۔ صغریٰ کا پھر کبریٰ کا اور یہاں کی آیت میں کبریٰ کا ذکر ہے۔ پھر صغریٰ کا اور اسی لئے یوں فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ.

پس توفی کا لفظ کلی ہو یا جزئی۔ اور اس کے معنے بقول خازن المراد بالتوفی حقیقۃ الموت۔ موت حقیقی معنے ہوں یا مجازی۔ جب خدا تعالیٰ فاعل ہو مفعول ذی روح۔ تو پھر اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے کچھ نہیں ہونگے۔ اور چونکہ نائم بہی مردہ ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے بہی توفی کا لفظ قبض روح کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور حتی یتوفھن الموت میں موت فاعل ہے خدا تعالیٰ فاعل نہیں۔

غیر احمدی۔ نیند موت نہیں ہے۔ اور سویا ہوا مردہ نہیں ہوتا۔ وھو الذی یتوفاکم بالیل کے معنے یہ ہیں کہ۔ وہ تم کو رات کے وقت پورا پورا لے لیتا ہے۔

احمدی۔ سویا ہوا مردہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے نبی کریم فرماتے ہیں کہ۔ جب انسان سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا. معنے۔ تمام تعریف اس خدائے عزوجل کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا۔ اور رات کے وقت پورا پورا لے لینے سے کیا یہ مراد ہے۔ کہ جو سو جاتے ہیں وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں۔ اس کا غلط ہونا تو بدیہی ہے۔ مولوی صاحب نے اور کوئی پورا پورا لینے کا مطلب ظاہر نہیں کیا۔

غیر احمدی ۔ آپ کسی تفسیر سے توفیتنی کے معنے اَمَتَّنِی کے بتائیں کیا اچھا ہوتا کہ موت کا لفظ قرآن مجید میں آجاتا ۔

احمدی ۔ جبائی نے کہا ہے ۔ تَوَفَّیْتَنِیْ. اَمَتَّنِیْ (روح المعانی) توفی کے معنے تو آپ تین چار کرتے ہیں اور ہم آپ کو قرینہ صارفہ بتاتے ۔ کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح مرگئے ہیں ۔ اگر توفی کی بجائے موت کا لفظ ہوتا تو تم اور بھی اعتراض کرتے کیونکہ موت کے معنی توفی سے بھی زیادہ لغت والوں نے لکھے ہیں موت کے معنے مرجانیکے ۔ بیہوشی ۔ غشی اور روحانی مردہ کے بھی ہیں ۔ جیسا کہ آیت اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہ وجعلنالہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت سے ظاہر ہے ۔

غیر احمدی ۔ جبائی تو معتزلی ہے ۔

احمدی ۔ اس طرح مصنف کشاف بھی معتزلی ہے ۔ حالانکہ اکثر مفسرین اسی کی تفسیر سے سند پکڑتے ہیں ۔ آپ بتائیں ۔ کس قرینہ سے توفیتنی کے معنے آپ رفعتنی کے لیتے ہیں ۔

غیر احمدی ۔ ہم توفیتنی کے معنے رفعتنی کے اس لئے لیتے ہیں ۔ کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں ۔ آپ کوئی ایسی مثال پیش کریں ۔ کہ کوئی شخص آسمان پر اٹھایا گیا ہو ۔ پھر اس کے لئے توفی کا لفظ آیا ہو ۔ اور اس کے معنے مرنے کے لئے گئے ہوں ۔

احمدی ۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کوئی شخص بتاؤ کہ جو آسمان پر گیا ہو ۔ اور اس کے لئے توفی کا لفظ موت کے معنوں میں مستعمل ہوا ہو ۔ ہم کیوں پیش کریں ۔ ہم تو مسیح کے بھی آسمان پر جانے کے انکاری ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ آسمان پر کوئی گیا نہیں ۔ یہ تو آپ پر لازم ہے کہ اپنے مدعا کے اثبات کے لئے کوئی ایسی مثال پیش کریں کہ کوئی آسمان پر گیا ہو اور توفی کا لفظ اس کے لئے قبض روح اور موت کے معنوں میں استعمال نہ ہوا ہو ۔

اور توفیتنی کے معنے رفعتنی کے معنوں میں مسیح کے آسمان پر جانے کی دلیل پیش کرنا تو مصادرہ علی المطلوب ہے ۔

غیر احمدی ۔ حضرت مسیح کا آسمان پر جانا اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ سے ظاہر ہے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں تقدم و تاخیر ہے ۔ اور متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے

پورا پورا لینے والا ہوں۔

احمدی۔قرآن مجید میں تقدیم وتاخیر کا ماننا حدیث ابدؤا بما بدأالله به کے خلاف ہے اور مُتَوَفِّيْکَ کے معنے مذکورہ بالا قاعدہ کی رو سے یہی ہیں کہ میں تیری روح کو قبض کرنے والا ہوں۔اور تجھے طبعی موت دینے والا ہوں۔اور مندرجہ ذیل مفسرین نے بھی اس کے یہ معنی کئے ہیں۔

۱. مُتَوَفِّيْکَ. ممیتک حنف انفک لا قتلابایدیهم. (کشاف جلد ا صفحہ ۴۰۶ مطبوعہ کلکتہ)

۲. قَابِضٌ لِرُوْحِکَ. (حاشیہ شیخ احمد صادی المالکی علیٰ جلالین)

۳. المراد بِالتَّوَفِّيْ حَقِيْقَةُالْمَوْتُ. (خازن)

۴. تَوَفَّى اللّٰهُ عِيْسَى ابْنَ ثَلٰث سَاعَاتٍ مِنَ النَّهَارِ. (تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۳۶ قول وہب)

۵. اِنَّ اللّٰهَ تَوَفّٰى عِيْسٰى سَبْعَ سَاعَاتٍ ثُمَّ اَحْيَاهُ. (درمنثور)

۶. مُمِيْتُکَ حَنْفَ اَنْفِکَ لَا قَتْلًا بِاَيْدِيْهِمْ. (روح البیان جلد)

۷. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْک مُمِيْتُکَ. (بخاری کتاب التفسیر)

اور تقدیم وتاخیر ماننے سے یہ نقص لازم آئے گا کہ معنے نہیں بن سکیں گے۔مثلاً متوفیک کو رافعک کے بعد لائیں تو پھر دو وعدے باقی رہ جاتے ہیں۔پھران کا بھی عدم ایفاء لازم آتا ہے۔حالانکہ وہ دونوں پورے ہو چکے ہیں۔اور اگر چوتھے وعدہ وقال الذین اتبعوک کے بعد رکھیں تو وہ اس کے متعلق کے بعد رکھ سکتے ہیں جو الی یوم القیمۃ ہے کہ میں تیرے تابعین کو تیرے منکرین پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ پھر تجھے وفات دوں گا۔ پس جب قیامت آگئی تو مسیح کیسے زندہ ہے کہ ان کو وفات قیامت کے بعد مل رہی ہے۔

غیراحمدی: تقدیم وتاخیر قرآن مجید میں پائی جاتی ہے جیسا کہ مندرجہ آیات سے ظاہر ہے۔

(۱) يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (آل عمران ع پ۳) اس سے ظاہر ہے کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے کیونکہ سجدہ رکوع کے بعد آتا

ہے۔

(۲) وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَأْتُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یہ حقیقۃً پہلے ہے اور اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً میں جو ذبح بقر کا واقعہ درج ہے اس سے بعد ہے لیکن مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا گیا ہے۔ (۳) اِنَّآ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ؕ (سورۂ نساء ع ۲۳ پ ۶) میں بھی ترتیب نہیں ہے۔

(۴) وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (بقرع ۶ پ ۱)

اس میں بھی تقدیم و تاخیر ہے کہ ادخال قریہ پہلے کہا اور ادخال باب بعد میں۔ حالانکہ ادخال باب پہلے ہوتا ہے۔ اور ابن عباس نے بھی تقدیم و تاخیر کو مانا ہے۔ اور اسی طرح اس نے آسمان پر اٹھانے کے معنے کئے ہیں۔

احمدی: ابن عباس کی طرف نسبت کر کے بہت سی غلط روایات منقول ہیں۔ جیسا کہ تفسیر فتح البیان کے مقدمہ میں ہی لکھا ہے۔

وَاَمَّا ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ فِی التَّفْسِيْرِ مَا لَا يُحْصٰى كَثْرَةٍ لٰكِنْ اَحْسَنَ الطُّرُقِ عَنْهُ طَرِيْقَةَ عَلَیَّ ابْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ الْهَاشِمِیِّ الْمُتَوَفّٰى سَنَةَ ثَلَاثٍ وَ اَرْبَعِيْنَ وَمِائَةَ وَاعْتَمَدَ عَلٰى هٰذِهِ الْبُخَارِیُّ فِیْ صَحِيْحِهٖ وَاَوْهَی الطُّرُقُ عَنْهُ طَرِيْقِ الْكَلْبِیْ اَبِی النَّضْرِ مُحَمَّدَ ابْنِ السَّائِبِ فَاِنَ انْضَمَّ اِلَيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ مَرْوَانِ السَّدِی الصَّغِيْرِ سِلْسِلَةِ الْكِذْبِ وَكَذٰلِكَ طَرِيْقُ قَاتل ابن سُلَيْمَانَ الْاَزْدِی وطَرِيْقُ الضَّحَاكِ عَنْهُ مُنْقَطِعَةٌ فَاِنَّهٗ لِمْ يَلْقَهٗ.

ترجمہ: کہ ابن عباس سے تفسیر میں بے انتہا روایات بیان ہوئی ہے۔ لیکن سب سے معتبر روایت اس طریقے کی ہے جس کو امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری میں اختیار کیا ہے۔ اور وہ طریقہ علی ابن ابی طلحہ کا ہے اور سب سے کمزور طریقہ ہے جو روایت ابن عباس سے کی

گئی ہے۔ وہ طریقہ کلبی ابن سائب ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر ملجائے۔ تو وہ سلسلہ کذب ہے اور اسی طرح طریق قاتل بن سلیمان الازدی کا ہے۔ اور طریق ضحاک کا منقطع ہے۔ کیونکہ ضحاک ابن عباس کو نہیں ملا۔

پس متوفیک کے معنے وہی صحیح ہیں جو امام بخاریؒ نے ابن عباس سے بیان کئے ہیں[۱]۔ حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۶ پر

پہلی آیت میں تقدیم و تاخیر نہیں ہے کیونکہ جیسے وَارْكَعِی مَعَ الرَّاكِعِيْنَ اور وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ کے معنے ہیں کہ تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ۔ اور تم جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔ اسی طرح واسجدی کے معنے ہیں کہ تو اکیلی نماز پڑھ۔ کیونکہ سجدہ بمعنی رکعت بخاری اور دوسری احادیث کی کتب میں وارد ہوا ہے۔ یعنی حضرت مریم کو علیحدہ نماز کے لئے بھی حکم ہے۔ اور جماعت کے ساتھ بھی پڑھنے کا۔ ورنہ اس کے مقدم لانے کی کوئی وجہ نہیں (اور لغت میں سجدہ کو نماز سے تعبیر کیا گیا ہے اور تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری نے آیت وارکعوا مع الراکعین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قَدْ يُرَادُ بِالرُّكُوْعِ الصَّلٰوةِ كَمَا يُعَبَّرُ عَنْهَا بِالسُّجُوْدِ کہ کبھی رکوع سے مراد نماز ہوتی ہے۔ جیسے کبھی نماز کو سجود کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

دوسری آیت میں بھی تقدیم و تاخیر نہیں۔ کیونکہ قتل نفس کا واقعہ اور ہے اور تذبیح بقر کا واقعہ پہلے ہی ہے اس کا اذ قتلتم سے کوئی نہیں۔

تیسری آیت میں اگرچہ بعض انبیاء مؤخرین کو مقدم کر دیا۔ ان میں بھی کوئی حکمت ضرور ہے۔ ہمیں ابدؤا بما بدء اللہ کے ماتحت اسی طرح معنے کرنے پڑیں گے۔ پھر دلالۃ النص کی رو سے مطلب میں کوئی فساد نہیں آتا۔ لیکن متوفیک ورافعک میں اگر تقدیم و تاخیر کی جائے تو معنی ہی ٹھیک نہیں بن سکتے۔

---

[۱] اور یہ روایت کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے یہ ضحاک سے مروی ہے جو قابل اعتبار نہیں جیسا کہ درمنثور جلد۲ صفحہ ۳۶ میں یہ روایت موجود ہے۔ واخرج اسحاق ابن بشر وابن عساکر من طریق جوهر عن الضحاک وعن ابن عباس فی قوله انی متوفیک ورافعک یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان. منہ

چوتھی آیت میں بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہے ہمیشہ یہی طریق چلا آتا ہے کہ اگر کسی آدمی کو کسی جگہ بھیجنا ہوتو اس کے لئے ایسا ہی کہا جاتا ہے کہ جب تم اس شہر میں پہنچ جاؤ تو فلاں دروازے سے داخل ہونا۔ کیونکہ شہر یا قریہ اس کی باہر حدود پر بھی بولا جاتا ہے۔

غیراحمدی: مُتَـــوَفِّیْکَ کے معنے اگر موت کے لے لیں تو یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کہ میں تجھے موت دینے والا ہوں۔ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ مر بھی گئے ہیں۔

احمدی: اس طرح رَافِعُکَ اور مُطَهِّرُکَ اور جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ الخ بھی تو اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ ان سے کس طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا رفع اور تطہیر اور اس کے متبعین کو غلبہ مل گیا۔ اگر مسیح کی تطہیر ہوگئی تو توفی بھی ہوگئی۔ پھر توفی پہلے ہے اور تطہیر و غلبہ بعد۔

غیراحمدی: قرآن مجید میں ان کے لئے صاف وارد ہے۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ اور رافعک کہ نہ یہود نے اسے قتل کیا۔ اور نہ سولی دیا۔ بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف آسمان پر اٹھالیا۔ اور میں تجھے اٹھانے والا ہوں۔

احمدی: اول تو مرنے کے طریق قتل اور صلیب ہی نہیں۔ بلکہ مختلف ہیں۔ دوسرے آیت میں آسمان کا لفظ نہیں ہے۔ اللہ کا لفظ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ. زخرف ع ۷ پ ۲۵) اور اَیْنَمَا تَوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقر ع ۱۴ پ ۱) اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ. (ق ع ۳ پ ۲۶)

پس یہ کہنا کہ آسمان پر اٹھالیا تخصیص بلا مخصص کے ہے۔

تیسرے رفع کے معنے آسمان پر لے جانے کے نہیں ہیں۔ جیسے ان آیات سے ظاہر ہے۔ (۱) فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (نور ع ۵ پ ۱۸) کیا وہ بیوت آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ نہیں بلکہ درجات کی بلندی مراد ہے۔ بلعم باعور کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ ج وَاتَّبَعَ هَوٰهُ اس میں تو ارض کا لفظ بھی تھا جو سما کے مقابل میں ہے لیکن اس میں رفع کے معنے آسمان پر جانے

کے نہیں کئے جاتے پھر اس میں خلود الی الارض کے معنے خدا تعالیٰ نے اتباع خواہشات نفسانی بتائے ہیں۔ اس کے مقابل میں جو رفع ہے اس کے معنے یہ ہوئے کہ جو تارک نفسانی خواہشات ہوتا ہے۔ اس کا درجہ بلند ہوتا۔ اور وہ مقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح حضرت ادریسؑ کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ط (مریم ع ۴ پ) کیا حضرت ادریسؑ بھی آسمان پر چلے گئے تھے۔ اور پھر آئیں گے؟ پھر کنز العمال میں آیا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ.

لیکن پھر بھی آسمان پر اٹھا لینے کے معنے نہیں لئے جاتے پس بل رفعه الله اور رافعک سے مراد روحانی رفع ہے۔ اور تقرب الی اللہ مراد ہے نہ یہ کہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔

غیر احمدی: یہاں پر روحانی رفع کیسے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ رافعک میں خطاب روح وجسم دونوں کو ہے۔ اسی طرح یہود قتل اور صلیب روح وجسم کو دینا چاہتے تھے یا روح کو۔

احمدی: جب کسی کے متعلق کسی واقعہ کا اظہار کیا جاتا ہے تو اس کے لئے ضمیر یا نام وہی لائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ بات اس کی ایک چیز سے تعلق رکھتی ہو دوسرے یہ کہ یہود صلیب پر مارنے سے آپ کو ملعون بنانا تھا۔ اور ملعون کہتے ہیں جو خدا سے دور ہو۔ تو وہ ملعون روح کو قرار دیتے تھے۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ مسیح ملعون یعنی مجھ سے دور نہیں ہیں بلکہ وہ میرے مقرب ہیں۔ اور میں نے آپ کے درجات[1] کو بلند کیا ہے۔

---

[1] اخرج البزار وابويعلى وابن جرير و محمد ابن نصر المروزى فى كتاب الصلاة وابن ابى حاتم و ابن عدى وابن مردويه والبيهقى فى الدلائل عن ابى هريرة ثم لقى ارواح الانبياء عليهم السلام فاثنوا على ربهم فقال ابراهيم الحمد لله الذى اتخذنى خليلا .... ثم ان موسى عليه السلام اثنى على ربه عزوجل .... ثم ان عيسى عليه السلام اثنى على ربه فقال الحمدلله الذى جعلنى كلمة وجعل مثلى مثل ادم .... ورفعنى وطهرنى واعاذنى وامى من الشيطن الرجيم فلم يكن لشيطن علينا سبيل (درمنشور جلد ۲ صفحه ۱۴۵)

اسی حوالہ سے ظاہر ہے کہ نبی کریم نے معراج کی رات انبیاء کے ارواح سے ملاقات کی ہے اور پھر ان

پھر قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. (بقرع ۱۹ پ۲) اور اسی طرح آیت عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران ع۴ پ۴)

بتا وَمَنْ يُّقْتَلُ میں روح وجسم مراد ہیں یا نہیں اور بَلْ اَحْيَاء میں صرف ارواح مراد ہیں اور وہی مرزوق ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔ پھر حدیث میں دعا بین السجدتین اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْفَعْنِيْ میں ارفعنی سے مراد روح وجسم کا رفع ہوا کرتا ہے اور یہ غرض ہوتی ہے کہ مجھے آسمان پر اٹھالے؟ یا مجھے اپنا مقرب بنا۔ اور میرا روحانی رفع کر۔

غیر احمدی: ارفعنی امر کا صیغہ ہے۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ رفع ہو بھی جائے اور رفع کے معنے اٹھانے کے ہوتے ہیں۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (یوسف ع۱۱ پ۱۳)

احمدی: معلوم ہوا کہ اگر اس سے آسمانی رفع ہی مراد ہے تو یہ دعا کسی کی قبول نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ بھی یہ دعا فرماتے فوت ہوگئے۔ پھر اس دعا کا کیا فائدہ؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ رفع کے معنے اٹھانے کے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آسمان پر اٹھانے کے نہیں ہوتے۔ پس آیت میں تو صاف عرش کا قرینہ موجود ہے لیکن آپ بھی تو سماء کا لفظ آیت میں دکھائیں۔

غیر احمدی: تفسیر درمنشور میں لکھا ہے لما اراد الله ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج الی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین فخرج علیهم من غیر البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنا عشر بعد ان امن بی.

ارواح نے خدا تعالیٰ کی ثناء کی ہے۔ جس میں حضرت عیسیٰ کی روح نے یہ ثناء کی کہ تمام حمد خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا۔ اور میری مثل آدمؑ کی مثل بنائی۔ اور میرا رفع کیا۔ اور مجھے پاک کیا۔ اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے پناہ دی۔ پس ظاہر ہے کہ رفع روحانی ہوا ہے۔ (جیسا کہ ان کی روح نے بیان کیا) نہ جسمانی۔ منہ

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ایک ایسی بھی جماعت ہوگی جو مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار کرے گی اور وہ لوگ یہی ہیں۔

احمدی: آپ ذرا الفاظ غور سے پڑھیں وہاں تو مسیح اپنے حواریوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ تم میں سے ایک میرا بارہ دفعہ انکار کرے گا۔

غیراحمدی: مسیح کا شبیہ صلیب دیا گیا تھا نہ مسیح خود۔ بلکہ وہ تو آسمان پر اٹھائے گئے۔

احمدی: جس کو آپ شبیہ قرار دیتے ہیں اس کی شخصیت کے متعلق مختلف روایتیں ہیں کہ وہ کون تھا۔ جن کو دیکھ کر ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات ہی بالکل غلط ہے۔ چنانچہ قَالَ اَبُوْحَيَّانَ لَمْ نَعْلَمْ كَيْفِيَّةِ الْقَتْلِ وَلَا مَنْ اُلْقِيَ عَلَيْهِ شُبْهِهٖ. (فتح البیان) ابوحیان نے کہا ہے کہ نہ ہم کیفیت قتل کی جانتے ہیں اور نہ وہ شخص جس پر القاء شبہ ہوئی ہے۔

دوسرے اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تو اس سے خدا تعالیٰ کی ذات میں بھی عجز کا نقص لازم آئے گا۔ کیونکہ مقابلہ کے وقت ہمیشہ وہی اپنی چیز کو چھپایا کرتا ہے جو کمزور اور ضعیف ہو۔ پس خدا تعالیٰ کا عزیز وحکیم اور قادر ہونا اسی بات کا مقتضی ہے۔ کہ مسیح کو دنیا میں بچایا جاتا۔ جیسا کہ اور انبیاء کو بچاتا رہا۔ ورنہ یہود اپنے مقصد میں کامیاب ماننے پڑیں گے۔

نیز آیت وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا سے ثابت ہے کہ رفع الی السماء کا واقعہ نہیں ہوا۔ کیونکہ اس کا ذکر نہیں۔

غیراحمدی: خلت کے معنی مرنے کے نہیں ہوتے۔ جیسے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ میں بھی خلا کے معنی مرنے کے نہیں ہیں۔

احمدی: اگر خَلَتْ کے معنے آیت متنازعہ فیہا میں مرنے کے نہیں ہیں تو اس سے ثابت ہوگا کہ آپؐ سے پہلے کوئی بھی رسول نہیں مرا۔ اور جو آپ نے آیت پیش کی ہے اس میں تو صریح قرینہ موجود ہے کہ موت کے معنے نہ لئے جائیں اس کے علاوہ قرآن مجید میں بہت جگہ خلا کا لفظ بمعنی موت وارد ہوا ہے جیسے:-

(۱) تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بقرع ۱۶ پ۱) (۲) وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا

خَلَا فِيْهَا نَذِيْر (فاطر ع۳ پ۲۲)(۳) قَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنِ.
وغیرہ آیات میں خلت اور خلا کا لفظ موت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پھر مولوی صاحب مولوی فاضل ہیں دیوان حماسہ کا امتحان دیا ہوا ہے۔آپ کو خوب یاد ہوگا کہ اس میں سمول ابن عادیہ کا شعر لکھا ہے ۔

اِذَا سَيِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَيِّدٌ
قَوُوْلٌ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ فَعُوْلٌ

اوراس کے شارح ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے جو معنے لکھے ہیں وہ بھی خوب یاد ہوں گے۔انہوں نے لکھا ہے خَلَا بمعنی مَاتَ یعنی جب ہم سے کوئی سردار مرجاتا ہے اگر آیت میں خَلَتْ کے معنے مرنے کے نہیں تو آپ اس آیت کے معنے کردیں کہ کیا ہیں؟

غیراحمدی: میں نے بھی تو توفی کے متعلق لسان العرب سے ایک شعر پیش کیا ہے کہ تَوَفَّا هُمْ قُرَيْشٌ فِي الْعَدَدُ.

احمدی: (پہلے جواب دیا جاچکا ہے) بہت اچھا! آپ نے خلا کے معنے تو مرنے کے تسلیم کر لئے ہیں۔ نبی کریم کی وفات پر اسی آیت کے ساتھ تمام رسولوں کی موت پر اجماع ہوا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور یہ سوال اٹھتا۔کیا وجہ کہ آنخضرت تو فوت ہوجائیں اور حضرت عیسیٰ زندہ رہیں۔لیکن سب کا خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی رسول کو زندہ نہیں جانتے تھے۔ ان کی محبت ☆ گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ آپ تو فوت ہوجائیں اور حضرت عیسیٰ زندہ رہیں۔

☆ (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خنساء کو کہنا اِنَّهٗ لَوْ خُلِّدَ اَحَدٌ لَخُلِّدِ رَسُوْلُ اللّٰهِ. (دیوان خنساء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰) کہ اگر کوئی ہمیشہ رہ سکتا تو رسول اللہ رہتے۔ پھر تو کیوں اپنے بھائیوں کے مرنے پر اتنا روتی ہے۔(۲) ایک صحابی یہ ایمان رکھتا تھا کہ نبی کریم فوت نہیں ہوں گے (ملاحظہ ہو طبقات کبیر جلد۴ قسم ثانی لمحمد بن سعد صفحہ ۷۱)قَالَ الْحَارِثُ ابْن عَبْدُاللّٰهِ الجهنی بَعَثْنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى الْيَمَنِ وَلَوْ اُوْمِنُ اَنَّهٗ يَمُوْتُ لَمْ اُفَادِقُهٗ فَانْطَلَقْتُ فَاَتَا نِى الْحِبْرُ فقال اَنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ فَقُلْتُ لَهٗ مَتٰى فَقَالَ الْيَوْمِ فَلَوْ اَنَّ عِنْدِىْ سَلَاحًا تَقَاتَلْتُهٗ فَلَمْ اُمُكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى اتى كِتَابٌ مِّنْ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَدْ مَاتَ وَبَايَعَ النَّاسُ بِىْ خَلِيْفَةً مِّنْ بَعْدِهٖ ترجمہ حارث بن

عبداللہ جہنی نے کہا کہ مجھے آنحضرتؐ نے یمن بھیجا اگر مجھے آپ کی موت پر ایمان ہوتا تو میں آپؐ سے جدا نہ ہوتا۔ میں وہاں گیا تو ایک عالم نے مجھے کہا کہ محمدؐ مر گئے ہیں۔ میں نے کہا کب؟ اس نے کہا آج اگر میرے پاس اس وقت ہتھیار ہوتا تو میں اس سے لڑتا تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا خط پہنچا۔ کہ آنحضرت فوت ہوگئے ہیں۔ اور لوگوں نے آپ کے بعد میری بیعت کی ہے۔ ایک دانشمند کے لئے یہی حوالہ کافی ہے۔ منہ

حسان بن ثابت نے آپ کے مرثیہ میں لکھا ہے ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ
فَعَمٰی عَلَیْکَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ
فَعَلَیْکَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

پس زیادہ شوق صحابہؓ کو آپ کے زندہ رہنے کا تھا نہ کسی اور کا سچ ہے ؎

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

مسیح کو زندہ ماننے سے نبی کریمؐ کی ہتک ہوتی ہے۔

غیر احمدی: اس سے ہتک لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جواہرات ہمیشہ سمندر کی تہ میں ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک پادری کے اسی اعتراض کا جواب یوں دیا ہے کہ ایک ترازو لو اس کا ایک پاؤ کا بٹا ڈالو۔ دوسری طرف دو پاؤ۔ تو جس طرف دو پاؤ ہوں گے وہ نیچے جائے گا۔ اگر اوپر جانے میں عزت ہے تو شیطان بھی آسمانوں میں ہے۔

احمدی: آپ نے جو مثال دی ہے۔ یہ دلیل نہیں ہوسکتی۔ میں اس کو دوسری مثال سے توڑ دیتا ہوں۔ بالائی دودھ کے اوپر ہوتی ہے دودھ نیچے ہوتا ہے بتایئے بالائی قیمتی ہے یا دودھ؟

اور جو ترازو کی مثال ہے یہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے دی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی نہیں۔ یہ بھی اضعف من بیت العنکبوت ہے۔ ذرا غور کرنے سے اس کا سب تار و پود ٹوٹ جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ایک طرف لعل یا ہیرا رکھ دو اور دوسری طرف لوہے کا بٹہ کیا بٹہ نیچے چلے جانے کی وجہ سے زیادہ قیمتی ٹھہریگا۔ اور شیطان کو آسمان پر جانے سے فرشتے روکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی فضیلت آسمان پر اٹھائے جانے سے اس طرح

ثابت ہوتی ہے۔

(۱) ہمیشہ قاعدہ ہے کہ جتنی کسی کو کوئی چیز محبوب ہوگی اتنی اس کی حفاظت کرے گا۔ اور اس کو تکلیفوں سے بچائے گا۔ آنحضرت ﷺ کو تو زمین پر ہی چھوڑا جاتا ہے۔ اور آپ طائف سے پتھر کھاتے ہیں اور ایڑیوں سے خون بہتا ہے۔ پھر دوپہر کے وقت گرم بالو میں ننگے پاؤں دوڑتے ہیں۔ اور اس سے پہلے سانپوں اور بچھوؤں کی تاریک غار میں تین دن تک رہنا پڑتا ہے۔ مشقتوں پر مشقتیں اور مصائب پر مصائب اٹھانے پڑتے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ کو تو دشمنوں میں چھوڑا جاتا ہے اور حضرت عیسیٰ کو جب تکلیف کا موقعہ آتا ہے آسمان پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ بتاؤ ان دونوں میں سے خدا تعالیٰ کا زیادہ محبوب کون ہوا۔ وہ جس کی پرواہ نہ کی گئی۔ اور دشمنوں میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ یا جسے آسمان پر اٹھا کر دشمنوں سے محفوظ کیا گیا۔

(۲) دوسرے اس وجہ سے کہ دجال کے فتنہ کے فرو کرنے کے لئے (جو سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہے) حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لانا مناسب سمجھا۔ بتاؤ اگر آنحضرت ﷺ میں زیادہ قدوسیت اور روحانیت تھی تو کیوں ان کو دوبارہ لانا مناسب نہ سمجھا گیا۔ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ کسی سکول کا مینجر اسی ٹیچر کو دوبارہ لانے کی کوشش کیا کرتا ہے جس کا کام اچھا رہا ہو۔ نہ اس کو جس کا کام خراب ہو۔ پس ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ میں آنحضرت ﷺ سے زیادہ قدوسیت اور روحانیت تھی حالانکہ یہ صحیح نہیں۔

غیر احمدی: اگر حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے سے ان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے تو پھر ان کی خرق عادت ولادت سے بھی ان کو آپ سے افضل ماننا پڑے گا۔

احمدی: ہم تو بغیر باپ پیدا ہونے کو فضیلت کا موجب نہیں سمجھتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ برسات کے موسم میں ہزاروں جانور بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز اس بناء پر تو حضرت آدم کو بھی جو بغیر والدین کے پیدا ہوئے ہوئے ہیں مسیح سے بھی افضل ماننا پڑے گا۔

غیر احمدی: قرآن مجید میں تو خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (آل عمران ع ۶ پ ۳) اس میں حضرت آدم کو مشبہ بہ ٹھہرا کر افضل ٹھہرایا ہے۔

احمدی: اگر واقعی آپ بغیر باپ کے پیدا ہونا فضیلت سمجھتے ہیں تو پھر یہ آپ پر میری

طرف سے دوسرا اعتراض ہے کہ مسیح کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ پر آپ کو فضیلت ہے۔

غیر احمدی: اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ میں سب معبودان باطلہ شامل نہیں ورنہ شیطان کو بھی مردہ ماننا پڑے گا۔ کیونکہ وہ بھی بفرمان الٰہی لاتعبدالشیطن معبود من دون اللہ ہے۔

احمدی: شیطان اموات میں اس لئے داخل نہیں ہے کہ استثناء خود خدا تعالیٰ نے فرما دی ہے۔ جیسے فرماتا ہے قَالَ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ. (اعراف ع ۳ پ ۸) پس اس کو قیامت تک خدا تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے۔ اس لئے وہ اموات میں شامل نہیں ہے۔

پھر چوتھی دلیل وفات مسیح پر یہ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ. (اعراف ع ۲ پ ۸) کہ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے۔ اور اسی سے پھر نکالے جاؤ گے۔

پھر فرماتا ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ط اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا. (مرسلات ع ۱ پ ۲۹) کہ ہم نے زمین کو مردوں اور زندوں کو سمیٹنے والی بنایا ہے۔ اس لحاظ سے مسیح زندہ ہو یا مردہ اسی زمین میں رہنا چاہئے وہ آسمان پر کسی صورت میں بھی نہیں جا سکتا۔

غیر احمدی: مسیح کے وجود کے دو لحاظ ہیں ایک لحاظ سے وہ ممکن بالذات ہے دوسرے لحاظ سے وہ واجب بالغیر ہے۔ چونکہ ان کی روح جبرئیل نے پھونکی تھی اس لئے ان میں ملکیت کی صفت آ گئی تھی۔ اس لحاظ سے وہ لمبی عمر بھی پا سکتے تھے اور آسمان پر بھی جا سکتے تھے۔ اور آسمان پر تو ان کی عارضی رہائش ہے۔ پھر زمین میں ہی مریں گے۔

احمدی:۔

ہمہ عیسائیاں را از مقالے خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آید پرستاران میت را

اگر جبرائیل کے روح پھونکنے سے ان میں ملکیت کی صفات آ گئی تھیں تو چاہئے تھا کہ حضرت آدم میں وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (سورۃ حجر ع ۳ پ ۱۴) کہ خدا تعالیٰ نے خود ان میں نفخ روح کیا تھا۔ خدائی صفات آ جاتیں۔ اور حضرت آدم کو خدا مانا جاتا۔

حضرت موسیٰ کے متعلق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمٰتِ رَبِّھَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ. (تحریم ع ۲ پ ۲۹) اس آیت سے ظاہر ہے کہ خود خدا تعالیٰ نے نفخ روح کیا تھا۔ اس لئے آپ کو چاہئے کہ ان کو عیسائیوں کی طرح خدا تسلیم کرو۔ منہ

جہاں پر ۱۹۰۰ سال قیام کیا وہ تو عارضی رہائش اور جہاں پر کل ۴۰ سال اگلے پچھلے مل کر رہیں گے وہ مستقل رہائش۔ عارضی رہائش اور مستقل رہائش میں بھی فرق آپ سے ہی حاصل ہوا۔ واہ مولوی فاضل صاحب؟

غیر احمدی: حدیث میں آتا ہے۔ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ. دیکھو کیسی صاف صریح حدیث ہے۔ صاف لفظوں میں کہا گیا کہ عیسیٰ نہیں مرے اور وہی تمہاری طرف آئیں گے۔ آپ بھی کوئی ایسی حدیث بیان کریں۔ جس میں لکھا ہو کہ وہ مر گئے ہیں۔

احمدی: یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حسن بصری کا قول ہے۔ اس طرح ہم بھی بہت سے اقوال پیش کر سکتے ہیں۔ لیجئے:

(۱) مجمع البحار جلد ۱ صفحہ ۲۸۶۔ مطبوعہ نول کشور۔

''والاکثر انّ عیسٰی لَمْ یَمُتْ وَقَالَ مٰلِکٌ مَّات'' اکثر تو حضرت عیسیٰ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ نہیں مرے لیکن امام مالکؒ نے کہا ہے کہ وہ مر گئے ہیں۔ اسی طرح سنوسی شرح مسلم جلد ۱ میں امام مالکؒ کا مذہب لکھا ہے۔

اَلْاَکْثَرُ انّ عیسٰی لَمْ یَمُتْ بَلْ رُفِعَ وَفِی الْعُتِیَّةِ قَالَ مَالِکٌ مَّات

(۲) امام ابن حزم کے نزدیک مسیح مر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ جلالین مع کمالین صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

فَسَرَّ الْبَغْوِیُ بِالْقَبْضِ وَالْاَخْذِ مِنَ الْاَرْضِ کَمَا یُقَالُ تُوَفَّیْتُ الْمَالَ اِذَا قَبَضْتَهٗ بَقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَتَمَسَّکَ اِبْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْاٰیَة وَقَالَ مَوْتِهٖ

یعنی ابن حزم نے بظاہر آیت سے تمسک کر کے مسیح کی موت کو تسلیم کیا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو کتاب زادالمعاد صفحہ ۱۹ مصنفہ حافظ ابن قیم رئیس المحدثین۔
وَمَا یُذْکَرُ اِنَّ عِیْسٰی رُفِعَ وَھُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِین سَنَۃَ لَا یُعْرَفُ بِہٖ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ یَجِبَ الْمصر الیہ قَالَ الشَّامِیُ وَھُوَ کَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِکَ اِنَّمَا یُرْوٰی عَنِ النَّصَارٰی.
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو اس کے لئے کوئی اثر متصل نہیں پایا جاتا کہ جو اس کے رفع الی السماء کے اختیار کرنے کو واجب کرے اور شامی نے بھی اسی بات کی تائید کی ہے۔
(۴) پھر تاریخ طبری میں مسیح ابن مریم کی قبر کا ایک کتبہ نقل کیا گیا ہے۔
ھٰذَا قَبْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَام اِلٰی اَھْلِ ھٰذِہِ الْبَلَاد فَاِذَاھُمْ کَانُوْا اَھْلَھَا فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ مَاتَ عِنْدَھُمْ فَدَفَنُوْہُ عَلٰی رَاسِ الْجَبَلِ.
یعنی یہ قبر عیسیٰ بن مریم کی ہے جو خدا تعالیٰ کے رسول تھے۔ اور ان شہروں کی طرف بھیجے گئے۔ اور ان کے پاس مر گئے۔ پھر انہوں نے اس پہاڑ پر دفن کر دیا۔
(۵) پھر ابن عباس کا مذہب جواہر الحسان فی تفسیر القرآن میں یہ لکھا ہے:
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ھِیَ وَفَاتَ مَوْتٍ وَنَحْوَہُ الْمٰلِکُ فِی الْعقتبۃِ.
(۶) ملاحظہ ہو زرقانی مشرح مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۴۲۱۔
اِنَّ عِیْسٰی رُفِعَ وَھُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَثَلٰثِینَ ھٰذا قَوْلِ النَّصَارٰی امّا حَدِیْثُ النَّبی عَاشَ عِیْسٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَۃ.
عیسیٰ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ نصاریٰ کا قول ہے۔ لیکن نبی کریمؐ کی حدیث یہ ہے کہ عیسیٰ ۱۲۰ برس زندہ رہے۔
(۷) اجماع صحابہؓ جس کا پہلے بیان کیا گیا ہے۔
(۸) ملاحظہ ہو کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل الامام ابومحمد علی ابن حزم۔
وَقَدْ صَحَّ الاجْمَاعُ وَالنَّصُ عَلٰی اِنَّ اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ صَلٰوٰتِ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ فِی الْجَنَّۃَ وَکَذٰلِکَ اَرْوَاحُ الشُّھَدَآءِ فِی الْجَنَّۃِ وَاخْبَرُ

رَسُوُلُ اللّٰہ صَلّٰے اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ رَاٰھُمُ لَیُلَۃَ اُسُریٰ بِہٖ فِی السَّمٰوٰتِ سَمَاءً سَمَاءً آدَمُ فِیُ سَمَاءِ الدُّنُیَا وَعِیُسٰی وَیَحُیٰ فی الثانیہ وَیُوُسُف فِی الثالثۃ وَ اِدُرِیُس فِی الرَّابِعَہ وَھَارُوُنَ فِی الُخَامَسَہ وَمُوُسٰی وَاِبُرَاھِیُمَ فِی السَّادِسَۃُ وَالسَّابِعَۃُ صَلے اللّٰہ علی جمعھم فَصَحَّ ضَرُوُرَۃَ انّ السَّمٰوٰت ھِیَ الُجَنَّاتُ.

اس حوالہ سے ثابت ہے کہ آسمان ہی جنات ہیں۔ اور آپ نے جو معراج میں انبیاء کی ارواح کو دیکھا ہے جن میں حضرت عیسیٰ کی بھی روح ہے جنت میں دیکھا ہے اور جنت کے داخلین کے متعلق خداتعالیٰ فرماتا ہے۔وَمَاھُمُ مِنُھَا بِمُخُرِجِیُن. کہ وہ وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ پس مسیح کی موت ثابت ہے۔ اور وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے۔ پھر احادیث میں آتا ہے۔

(۱) لَوُکَانَ مُوُسٰی وَعِیُسٰی حَیّیُنَ لَمَا وَسُعَھُمَا اِلَّا تِبَاعِیُ.

کہ اگر موسےٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہیں تھا۔لیکن وہ زندہ نہیں ہیں۔

(۲) اَخُبَرَنِیُ اَنَّ عِیُسٰی ابُنَ مَرُیَمَ عَاشَ مِائَۃَ وَ عِشُرِیُنَ سَنَۃً وَّلَا اَرَانِیُ اِلَّا ذَاھِبًا عَلٰے رَاُسِ سِتِیُنَ.

عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنخضرت نے اپنی مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ نے ۱۲۰ برس کی عمر پائی ہے اور میری عمر ۶۰ برس ہے۔

دیکھو (مواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی جلد ا صفحہ ۴۲)

(۲) شرح مواہب اللدنیہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی جلد ا صفحہ ۴۲۔

(۳) کذافی الاصابہ (۴) حجج اکرام فی آثارالقیامہ (۵) طبرانی عن فاطمۃ الزہراء۔

(۳) لَمَا تُوُفِیُ عَلِی ابُنُ اَبِیُ طَالِب قَامَ الُحَسَنُ ابُنُ عَلِی فَصَعُدِ الُمِنُبَرَ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ قَدُ قُبِضَ اللَّیُلَۃَ رَجُلٌ .... وَلَقَدُ قُبِضَ فِی الَّیُلَۃَ الَّتِیُ عُرِجَ فِیُھَا بِرُوُحِ عِیُسَی ابُنِ مَرُیَمَ لَیُلَۃَ سَبُعٌ وَعِشُرِیُنَ مِنُ رَمَضَانَ. (طبقات کبیر محمد بن سعد جز ۳۰ عن معبرہ ابن مریم)

جس دن حضرت علی فوت ہوئے حسن بن علی کھڑے ہوئے۔اور ممبر پر چڑھ کر خطبہ کیا۔ واللہ یقیناً۔حضرت علیؑ اس مشہور و معروف بات میں فوت ہوئے کہ جس کو تم جانتے ہو کہ اس میں حضرت عیسیٰ بن مریم کی روح اوپر چڑھائی گئی ہے۔اور رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔

غیر احمدی: حدیث میں صاف آتا ہے۔ کَیۡفَ اَنۡتُمۡ اِذَانَزَلَ فِیۡکُمۡ اِبۡنَ مَرۡیَمَ. اور ینزل مسیح اترے گا۔پس اس کا نزول صعود کو مستلزم۔

احمدی: صرف نزول کا لفظ صعود کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

(۱) قَدۡ اَنۡزَلَ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ ذِکۡرًا رَّسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلِیۡکُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ.

(طلاق ع ۲ پ ۲۸)

اس میں نبی کریم کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہے کہ ہم نے اتارا ہے۔

(۲) وَاَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ.

(حدید ع ۳ پ ۲۷)

اس آیت میں لوہے کے متعلق (جو کانوں سے نکلتا ہے) فرمایا ہے ہم نے لوہے کو اتارا۔

(۳) وانزل لکم من الانعام ثمانیة ازواج.

(زمر پ ۲۳ ع)

اس آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے آٹھ جوڑے چارپایوں کے تمہارے لئے اتارے ہیں۔

(۴) یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا.

(اعراف پ ۸ ع ۳)

اس آیت میں فرمایا کہ ہم لباس اتارتے ہیں۔

(۵) وان من شیء الا عندنا خزآئنه وما ننزله الا بقدر معلوم.

(سورہ حجرات پ ۱۴ ع ۲)

کہ دنیا کی ہر ایک چیز کے خزاے ہمارے پاس موجود ہیں۔اور ہم جس کو اتارتے ہیں۔اس کو معلوم اندازہ سے اتارتے ہیں۔پس کیا تمام اشیاء دنیا کی آسمانوں سے اترا

کرتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس نزول کے لفظ سے استدلال صعود الی السماء پر نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ یہ بھی فرمائیں کہ وہ کہاں نازل ہوگا۔ کیونکہ اس کے منزل میں بھی اختلاف ہے۔ بعض جگہ آیا ہے (۱) **ینزل اردًا** (۲) **ینزل عندالمنارة** (۳) **یخرج من تحت المنارة** (۴) **ینزل معسکر المسلمین** (۵) **فیبعث اللہ عیسی ابن مریم.** بعث اور خروج کا لفظ بھی قابل غور ہے۔ بعث اور خروج بھی آسمان سے اترنے کو نہیں کہتے۔

غیر احمدی: بیہقی کتاب اسماء والصفات میں یہ حدیث آتی ہے۔

عن ابیھریرة انه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء منکم وامامکم منکم.

اس میں تو تصریح کردی گئی ہے کہ آسمان سے اترے گا۔ یہاں شک کی گنجائش ہی نہیں۔ نیز معراج کی حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ کو ملے ہیں۔ اور دجال کا قاتل اسی کو بتایا ہے۔

احمدی: بیہقی کی روایت جو آپ نے پیش کی ہے اس کے آگے لکھا ہے۔ رواہ مسلم کہ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ لیکن مسلم میں نہیں ہے۔ پس جب اصل میں حدیث کا نشان تک نہیں پایا جاتا تو یہ نقل قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اور جو معراج کی حدیث آپ نے پیش کی ہے تو آپ خود خیال فرماویں کہ آپ نے حضرت یحییٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو دیکھا ہے بتایئے۔ حضرت یحییٰ مردے اور حضرت عیسیٰ زندے۔ بھلا زندے اور مردے اکٹھے ہوسکتے ہیں؟ پس آپ کا حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ انبیاء کے زمرے میں دیکھنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ وفات پاگئے ہیں۔

غیر احمدی: پھر حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن ابی ھریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الانبیاء اخوة العلات امھاتھم شتی ودینھم واحد وانی اولی الناس بعیسی ابن مریم لانه لم یکن بینی وبینه نبی وانه نازل.

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ہی دوبارہ نزول ہوگا۔ اور وہی اتریں گے۔

احمدی: آپ غور فرماویں کہ کیا عقل اسی حدیث کی رو سے پہلے ابن مریم کا نزول جائز رکھتی ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء بھائی علاتی ہیں اور نبی کریم از روئے آیت النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم واواجہ امھتھم (احزاب) مومنوں کے باپ ہیں۔ پس جب نبی کریم اپنی امت کے باپ ہوئے اور باقی نبی آپ کے بھائی ہوئے تو باپ کا بھائی چچا ہوتا ہے۔ پس حضرت عیسیٰ امت محمدیہ کے چچے ہوئے۔ آپ بتائیں کہ باپ کے مرنے کے بعد ورثہ اولاد کو ملا کرتا ہے یا چچے کو۔ ہاں اولاد اگر نالائق ہو یا بے وقوف ہو تو سرکار ان کے لئے ایک گارڈین مقرر کر دیتی ہے۔ جو ان کے مال کی حفاظت کرے۔ ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ آپ کی اولاد میں سے کوئی لائق نہ ہو اور کسی غیر کو ان کا گارڈین مقرر کیا جائے۔ بلکہ کمال آنحضرت ﷺ کا اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی روحانی اولاد میں سے آپ کا وارث ہو۔

غیر احمدی: آپ حدیث لو کان موسی وعیسی حیین لما وسعھما الاتباعی کی سند پیش کریں۔

احمدی: ہمیں سند پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے ائمہ اکابر نے اسے حدیث لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱) الیواقیت والجواہر فی بیان عقاید الاکابر مصنفہ امام عبدالوہاب شعرانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۔ (۲) مارج السالکین مصنفہ امام ابن قیم رئیس المحد ثین جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ (۳) شرح مواہب اللدنیہ زرقانی جلد ۶ صفحہ ۴۷ (۴) تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ مصر۔

غیر احمدی: قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔ یہ آیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بین دلیل ہے۔

احمدی: یہ معنے غلط ہے۔ کیونکہ موتہٖ کی دوسری قرأت موتھم آئی ہے اس لئے اس سے مسیح علیہ السلام مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب ہو (یہود یا نصاریٰ) وہ ضرور انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم پر ایمان رکھے گا اپنے مرنے سے پہلے پہلے کیونکہ موت کے بعد تو صاف کھل جائے گا کہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے۔

اور ایمان رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کے مذہب کا قیام ہی اسی بات پر ہے۔ یہود ملعون قرار نہیں دے سکتے۔ جب تک کہ قتل پر ایمان نہ رکھیں۔ اور عیسائیوں کا کفارہ باطل ہوجاتا ہے۔ اگر ان معنوں پر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو بخوشی کریں۔ میں جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔

اور آپ کے معنے پر مجھے مندرجہ ذیل اعتراض ہیں:

(۱) ایک یہ کہ سب اہل کتاب کا ایمان لانا قرآن مجید کی دوسری آیات **وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمة** (سورۂ آل عمران ع ۵ پ ۳) اور **فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیمة** (سورۂ مائدہ ع ۳ پ ۶) کے خلاف ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ اہل کتاب کے متعلق فرماتا ہے **فقلیلا ما یؤمنون** اور **فلایؤمنون الا قلیلا** ؕ کہ ان میں سے تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور آپ کے معنوں کی رو سے لازم آتا ہے کہ سب اہل کتاب ایمان لائیں گے۔

(۳) تیسرے یہ کہ عبارۃ النص (جس کی تعریف اصولیوں نے **ماسیق الکلام لاجله** کی ہے) کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ مقصد اس رکوع میں جو **یسئلک اهل الکتاب** سے شروع ہوتا ہے اہل کتاب کی شرارتوں کا بیان ہے۔ پھر متنازعہ فیہا آیت کے بعد بھی ان کی شرارتوں کا بیان ہے بتایئے۔ شرارتوں کے مابین یہ خوبی کیسے آگئی کہ وہ مسلمان ہوجائیں گے۔ پس یہ بھی منجملہ شرارتوں کے ان کی ایک شرارت ہے کہ باوجود اس بات کے اظہر من الشّمس ہوجانے کے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اسے صلیب پر مرا ہوا سمجھتے رہیں گے۔

(۴) یہ کہ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت اشرار الناس پر قائم ہوگی۔ اگر سب لوگ مسلمان ہوجائیں گے تو پھر قیامت اشرار الناس پر کیسے قائم ہوئی۔ کیا حضرت عیسیٰ کے مسلمان گروہ اشرار الناس ہوں گے۔

(۵) اس سے بھی حضرت عیسیٰ کی آنحضرت ﷺ پر فضیلت ثابت ہوگی کیونکہ آنحضرت ﷺ پر تو دس یہودی بھی ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ حدیث **لو امن بی عشرة من الیهود لامن بی الیهود** (بخاری) سے ظاہر ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے سب کو منوالیا۔

(۶) دوسری قرأت **قبل موتهم** آپ کے معنوں کو رد کرتی ہے۔

غیر احمدی: قبل موتھم قرأۃ شاذہ ہے۔ اور مرزا صاحب نے بھی قبل موتہ کی ضمیر کو ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰ کی طرف پھیرا ہے۔ اور اغرینا بینھم العداوۃ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان نہیں ہوں گے۔ کیونکہ آپس میں مسلمان بھی عداوتیں رکھتے ہیں۔ کیا وہ مسلمان نہیں رہتے۔

احمدی: اگر حضرت مسیح موعود نے موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ کو قرار دیا ہے تو جو آپ ☆ نے معنے کئے ہیں ان کو بھی تسلیم کریں۔ حضرت صاحب نے معنے قبل ایمانہ بموتہ کئے ہیں کہ اس کی طبعی موت ماننے سے پہلے وہ اس کے صلیب پر قتل ہونے کو مانتے رہیں گے۔ پھر قبل موتھم کی قرأت کو حقیقۃ الوحی میں بیان کیا ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

اور ایک صحابی آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ. کے ایسے الٹے معنے کرتا تھا جس سے سننے والے کو ہنسی آتی تھی۔ کیونکہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے سب اس پر ایمان لے آویں گے۔ حالانکہ دوسری قرأت قبل موتھم موجود ہے۔ اور یہ عقیدہ کھلے طور پر قرآن شریف

☆ اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ آخر آیت میں جو یہ لفظ واقع ہے کہ قبل موتہ اس کلام سے اللہ جلشانہ کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص مسیح کی عدم مصلوبیت سے یہ نتیجہ نہ نکال لیوے کہ چونکہ مسیح صلیب کے ذریعے سے مارا نہیں گیا اس لئے وہ مرا بھی نہیں۔ سو بیان فرمایا کہ یہ تمام حال تو قبل از موت طبعی ہے اس سے اس موت کی نفی نہ نکال لینا۔ جو بعد اس کے طبعی طور پر مسیح کو پیش آگئی۔ گویا اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ ہمارے اس بیان پر بالاتفاق ایمان رکھتے ہیں۔ کہ مسیح یقینی طور پر صلیب کی موت سے نہیں مرے صرف شکوک وشبہات ہیں سو قبل اس کے کہ وہ لوگ مسیح کی موت طبعی پر ایمان لاویں جو درحقیقت واقعہ ہوگئی ہے اس موت کے مقدمہ پر انہیں ایمان ہے۔ کیونکہ مسیح جب صلیب کی موت سے نہیں مرا جس سے یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے اغراض کی وجہ سے خاص خاص نتیجے نکالنے چاہتے تھے تو پھر اس کی طبعی موت پر ہی ایمان لانا ان کے لئے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ پیدائش کے لئے موت لازمی ہے۔ سو قبل موتہ کی تفسیر یہ ہے کہ قبل ایمانہ بموتہ (ازالہ اوہام حصہ اول ایڈیشن اول صفحہ ۳۸۴)

کے مخالف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ سب لوگ حضرت عیسیٰ کو قبول کرلیں گے۔

اور جب وہ مسلمان ہوں گے تو ان کے درمیان خدا تعالیٰ کو اتحاد و اتفاق پیدا کرنا چاہئے نہ کہ القاء عداوت۔ پھر و جاعل الذین اتبعوک کو بالکل ہی چھوڑ گئے۔

غیر احمدی: پھر مرزا صاحب کی عبارت میں تناقص ہوا۔ ایک جگہ کچھ لکھا دوسری جگہ کچھ۔ اور نیز لیؤمنن میں لام اور نون تاکید کا ہے اس کے معنے استقبال کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

احمدی: اس میں معنوی تناقص کچھ نہیں ہے۔ جس طرح موتہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف پھرنے سے مسیح کی زندگی ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح دوسری قرأت سے اور ضمیر کا اہل کتاب کو مرجع ٹھہرانے سے مسیح کی حیات ثابت نہیں ہوسکتی۔ پھر آپ نے حضرت مسیح موعود کی عبارت میں تناقص خیال کر کے ہم پر بہت جلد اعتراض پیش کر دیا۔ لیکن آپ کے معنوں کی رو سے جو قرآن مجید میں تناقص اور اختلاف ثابت ہوتا ہے اس کا کوئی فکر نہیں۔ کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے تمام اہل کتاب ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر جلدی سے کہہ دیا کہ لے آئیں گے۔ حضرت مسیح موعود نے دونو قرائتوں کے لحاظ سے آیت میں ایسے معنے کئے ہیں کہ جو بالکل قرآن مجید کے خلاف نہیں پڑتے۔

اور جو آپ نے کہا ہے کہ نون تاکید کا ہے اور وہ استقبال کے لئے آتا ہے اول تو میں نے بھی اس کے استقبال کے معنے کئے ہیں۔ یعنی کوئی اہل کتاب نہیں مگر وہ مسیح کی صلیبی موت پر ایمان رکھے گا۔ اپنے مرنے سے پہلے پہلے۔

دوسرے قرآن مجید میں بھی ایک ایسی اور مثال ہے کہ اس[1] میں نون تاکید کا ہے۔

[1] فقال لابنہ عبداللہ .... انطلق الی عائشة ام المؤمنین فقل یقرء علیک عمر السلام ولا تقل امیر المؤمنین فانی لست الیوم امیرا وقل یستاذن عمر ان یدفن مع صاحبیہ وقالت کنت ارید لنفسی ولاوثرنہ الیوم علی نفسی. (تاریخ الخمیس جلد۲ صفحہ ۲۷۸) حضرت عمر نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے لڑکے عبداللہ کو حضرت عائشہؓ کی طرف بھیجا کہ وہ آپ سے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ میں چاہتی ہوں کہ میں یہاں دفن ہوں۔ لیکن آج کے دن میں آپ کو اپنے نفس پر مقدم کرتی ہوں۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت عمرؓ کے وفات پا جانے کے بعد اجازت دی ہے پس اس میں لاوثرنہ باوجود نون تاکید کے ہونے کے حال کے معنے ہیں۔ منہ

اور معنے حال کے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان منكم لمن ليبطئن فان اصابتكم مصيبة قال قد انعم الله على اذلم اكن معهم شهيدا. ولئن اصابكم فضل من الله ليقولن كان لم تكن بينكم وبينه مودة يليتنى كنت معهم فافوز فوزا عظيما.

(سورۂ نساء ع ۱۰ پ ۵)

اس کے معنے جو شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی نے کئے ہیں ہدیہ ناظرین ہیں۔اور تحقیق بعضے تم میں سے البتہ وہ شخص ہیں کہ دیر کرتے ہیں نکلنے میں۔ پس اگر پہنچ جاتی ہے تم کو مصیبت کہتا ہے تحقیق احسان کیا اللہ نے اوپر میرے جس وقت کہ نہ ہوا میں ساتھ ان کے حاضر اور اگر پہنچ جاتا ہے تم کو فضل خدا کی طرف سے البتہ کہتا ہے کہ گویا نہ تھا درمیان تمہارے اور درمیان اس کے دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ساتھ ان کے۔ پس کامیاب ہوتا ہے کامیابی بڑی۔ پس **لیبطئن** کا ترجمہ دیر کرتے ہیں اور **لیقولن** کا ترجمہ ضرور کہتا ہے۔ حال کا کیا ہے۔

غیر احمدی: آپ کسی امام نحوی کا حوالہ دیں۔ اور نیز اس آیت کی تشریح ابی ہریرہؓ نے بھی یہی کی ہے جیسا کہ انہوں نے **كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم حكما عدلا وليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير** الخ بیان کر کے کہا ہے۔ **فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتب الا ليؤمنن به قبل موته** پس اس آیت سے نزول مسیح نکلتا ہے اور نیز اس حدیث میں آتا ہے **ويقبض المال حتى لا يقبله احد** مسیح نے تو سب کا مال دینا تھا لیکن مرزا صاحب کے آنے سے تو لوگ آگے سے بھی غریب ہو گئے۔

احمدی: کیا شاہ رفیع الدین صاحب نحو نہیں جانتے تھے۔ اور اس کے معنے کچھ ہو نہیں سکتے تھے۔ کیا اس وقت منافق کوئی نہیں تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں تو جو اس وقت منافقین تھے انہی کی حالت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور جو ابیہریرہ کا اجتہاد ہے وہ کمزور ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ والوں نے ان کے متعلق لکھا ہے۔

انقسهم الثانى من الرواة هم المعروفون بالحفظ والعدالة دون الاجتهاد والفتوى. كابى هريرة وانس بن مالك (اصول شاسی)

پس وہ اجتہاد میں کمزور ہیں۔ اگر یہ استدلال ان کا قرآنی آیت سے صحیح ہے تو ان

کے دوسرے استدلال کو بھی صحیح مانیں جو مسلم میں آتا ہے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال ما من مولود يولد الا نخسه الشيطن فيستهل صارخا من نخسه الشيطن الا ابن مريم وامه ثم قال ابو هريرة فاقرؤا ان شئتم انى اعيذ هلك وذريتها من الشيطن الرجيم. (مسلم مطبوعه مصر جلد ۲ صفحه ۲۲۴)

نبی کریم فرماتے ہیں کہ ہر ایک بچہ کو وقت ولادت شیطان چھوتا ہے اور وہ اس کے چھونے سے روتا ہوا پیدا ہوتا ہے مگر حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو مس شیطان نہیں ہوا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے وجہ ان دونوں کے مس شیطان سے محفوظ رہنے کی حضرت مریم کی والدہ کی دعا ٹھہرائی ہے۔ حالانکہ حضرت مریم کی والدہ کی دعا بعد وضع مریم ہوئی ہے اور شیطان کا مس حدیث میں وقت ولادت بتایا گیا ہے۔ اور اس اعتراض کو نواب صدیق حسن خان صاحب والی ریاست بھوپال نے اپنی تفسیر فتح البیان میں بھی بیان کیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے:

''اس مقام میں ایک قوی اشکال پڑتا ہے میں نے کسی مفسر کو نہیں دیکھا کہ اس نے اس پر آگاہ کیا ہو۔ اور حاصل اشکال کا یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ کا قول **وانی اعیذ ھابک** اپنے قبل پر جو کہ **حیز لما وضعتھا** میں واقع ہے معطوف ہے۔''

پس یہ امر مقتضی ہے کہ اس پناہ دینے کی طلب مریم کے جننے کے بعد واقع ہوئی ہے پس اس پر یہ امر مترتب نہیں ہوسکتا کہ مریم وقت ولادت طعن شیطان سے محفوظ رہی ہو۔ کیونکہ آیت کا مقتضائے ظاہر یہی ہے کہ اعاذت شیطان سے مریم کی وضع کے بعد واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اعاذت شیطان کے مریم پر وقت ولادت طعن کے ساتھ مسلط ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی عادت طعن کرنا ہے۔ بچہ کو وقت ولادت کے پس سوچ اور اس بات کا قائل سلیمان الجمل ہے۔

پس جب علمائے سلف نے ابو ہریرہ کے اس استدلال کو غلط قرار دیا تو متنازعہ فیہا استدلال تو اس سے بھی اضعف ہے تو اس کو غلط قرار دینا نامناسب نہیں۔

کیونکہ اگر یہ دوسرا استدلال صحیح مانا جائے تو اس سے نبی کریم اور دیگر انبیاء مس

شیطان سے محفوظ نہیں مانے جاسکتے۔

اور **یقبض المال** سے یہ نکالنا کہ مسیح مال بہت دے گا۔ سراسر غلط ہے کیونکہ اگر سب کو مال دے گا تو دنیا کا سلسلہ درہم برہم ہوجاتا ہے۔

اور نیز یہ آیت **ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض** (سورۃ شوریٰ ع ۳ پ ۲۵) سے ثابت ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ سب کو مال یکساں ہوجائے۔ ایسا ہونے سے خداتعالیٰ فرماتا ہے زمین میں بغاوت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ خبیر وبصیر نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ مال فاعل واقعہ ہوا ہے۔ مفعول نہیں جیسے عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۹۴ میں لکھا ہے **قال ابن التین اعرابہ بالضم لانہ کلام مستانف غیر معطوف لانہ لیس من فعل عیسی علیہ السلام.** پس اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اس وقت مال بہت بڑھ جائے گا اور یہ ظاہر ہے اور پھر اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کے فعل سے نہیں ہے۔ پس آیت **وان من اھل الکتب** سے مسیح کی حیات ثابت کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔

پانچویں دلیل قرآن مجید سے وفات مسیح کی یہ ہے۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے **ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسلؕ وامہ صدیقہ کان یاکلان الطعام** (مائدہ ع ۱۰ پ ۶) خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت مسیح اور اس کی والدہ انسان تھے اور وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔

یہ گذشتہ زمانہ کا بیان ہے یعنی اب نہیں کھاتے۔ تو اب کھانا کھانے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں۔ لیکن یہ صورت ازروئے قرآن مجید غلط ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے:- **وما جعلنھم جسدا لا یاکلان الطعام وما کانوا خلدین** (سورہ انبیاء ع ۱ پ ۱۷) کہ ہم نے انبیاء کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ وہ کھانا کھانے کے محتاج نہ ہو (۲) دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ مردہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں اور اس کے سوائے تیسری صورت اگر ہوسکتی ہے تو مولوی صاحب پیش کریں۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ مسیح فرماتے ہیں۔ **واوصنی بالصلوۃ الزکوۃ مادمت حیــــا.** (سورہ مریم ع ۲ پ ۱۶) کہ مجھے خداتعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا تاکیدی حکم دیا ہے

جب تک میں زندہ رہوں۔ پس اگر مسیح زندہ ہیں تو مسیح آسمانوں پر نماز کیسے ادا کرتے ہیں۔اور زکوٰۃ کس کو دیتے ہیں۔

غیراحمدی: یہاں زکوٰۃ سے مراد تطہیر ہے نہ مال کی زکوٰۃ۔

احمدی: یہ غلط ہے کیونکہ قرآن مجید میں جہاں صلوٰۃ کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے وہاں مالی زکوٰۃ مراد ہے۔آپ کو جب حکم ہوتا ہے اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ تو وہاں مالی زکوٰۃ مراد ہے اور حضرت عیسیٰ کے لئے آئے تو تطہیر۔اس تفریق کی کیا وجہ ہے۔

جب مناظرہ اس حد کو پہنچ گیا تو مولوی صاحب کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور ایسے حیران و پریشان ہوگئے کہ خدایا یہ کیا ہورہا ہے۔ بالکل گھبرا گئے تھے اور ۱۵ منٹ کی بجائے صرف ۵ منٹ بول کر بیٹھ جاتے تھے پس یہ آپ نے اپنی آخری تقریر کو ۳ منٹ میں ختم کردیا۔اور میرے سب سوالوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے چار سوال کردیئے۔اور بیٹھ گئے۔

غیراحمدی: (۱) آپ مجھے قرآن مجید میں کہیں سے یہ دکھادیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرگئے ہیں۔اور موت کا لفظ دکھادیں۔(۲) مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔آپ ان کی قبر کا قرآن مجید واحادیث سے ثبوت دیں۔(۳) امام بیہقی ایک بڑے امام ہیں۔وہ غلط نہیں لکھ سکتے۔اور پھر انہ راجع الیکم صاف حدیث وارد ہوئی ہے۔(۴) آپ نے حضرت عیسیٰ کی عمر حدیث سے ۱۲۰ سال پیش کی ہے۔اس حدیث کے متعلق کتاب باثبت بالسنہ میں لکھا ہے فیہ مقال کہ اس میں کلام ہے یہ حدیث صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

یہ مناظرہ کا دوسرا دن تھا اور اس میں مباحثہ ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک قرار پایا تھا اور ۱۲ بجنے میں ابھی ۱۰ منٹ باقی تھے اور میری تقریر کی باری تھی کہ مولوی صاحب کہنے لگے کہ اب دوسرا مسئلہ شروع کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنی باری پر بول لینے دو پھر دوسرا مسئلہ شروع کیا جائے۔آخر انہوں نے شور ڈالدیا۔ ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ ہم اپنا وقت ضرور لیں گے۔آخر یہ قرار پایا کہ اب لوگ کھانا وغیرہ کھاکر اور نماز ظہر ادا کرکے یہاں حاضر ہوجائیں پھر آپ وقت لے لینا۔ پس جب لوگ واپس آئے اور میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا تو مولویان ثلاثہ کی یہی رائے تھی کہ دوسرے مسئلہ پر مباحثہ ہو۔ میں نے کہا پہلے ہمیں مدعی ٹھہرایا گیا ہے۔اس لئے جو مولوی صاحب نے کچھ اعتراض کئے ہیں میں ان کا

جواب دوں گا۔آخر میں نے تقریر شروع کی۔

احمدی:**قد مات عیسے مطرقا ونبینا حی واللہ انہ وافانی لھا ان تظنیت ابن امریم عائشا. فعلیک اثباتا من البرھان.**

غیراحمدی: (لوگوں کوخطاب) دیکھو یہ اب شعر پڑھتے ہیں۔

احمدی: مولوی صاحب! آپ گھبرا گئے ہیں۔آپ تسلی سے بیٹھیں۔آرام سے سنیں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تو ابھی شعروں کا مطلب بھی نہیں بتایا۔حاضرین نے اس سے کچھ نہیں سمجھا۔آپ کیوں گھبرا گئے۔ چونکہ شور پڑ گیا تھا میں بیٹھ گیا۔پھر اٹھا۔

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

غیراحمدی: (گھبراہٹ سے لوگوں کوخطاب) دیکھو پھر یہ شعر پڑھتے ہیں۔

احمدی: مولوی صاحب! آپ کو اس سے کیا۔ میں اپنے وقت میں جو چاہوں کروں۔کیا آپ اصول مناظرہ کے خلاف نہیں کررہے۔کیا آپ کومعلوم نہیں کہ مناظرہ کس چیز سے ماخوذ ہے اورفریق مخالف کو چاہئے کہ جب تک دوسرا کلام کوختم نہ کرے درمیان میں نہ بولے۔اگر آپ کو رشیدیہ بھول گیا ہوتو لیجئے میں رشیدیہ آپ کی طرف بھیجتا ہوں۔آپ اس سے یہ عبارت پڑھ لیں۔

المناظرہ ماخوذة من النظر بمعنی الانتظار. وفیہ اشارة الی انہ جدیر ان ینتظر احد المتخاصمین الی ان یتم کلام الاخر لا ان یتکلم فی حاق کلامہ.

پس جب ان سے ایسی مذبوحی حرکات صادر ہوئیں اور ان کے پریزیڈنٹ نے دیکھا کہ ہمارے مناظر صاحب کی حالت دگرگوں ہے تو ہمیں یوں خطاب کیا۔

غیراحمدی پریزیڈنٹ:اگرآپ پسند فرماویں تو ہم آپ کے مقابلہ میں کمزورمناظر کردیں۔

احمدی: کمزور مناظر تو آپ تب کریں اگر میں کہوں کہ میرے مقابل میں کمزور مناظر لاؤ۔ ذرااس اپنے طاقتور اور بڑے مناظر کوتھوڑی دیر تو رہنے دو۔ابھی اس کی طاقت ظاہر ہو جاتی ہے۔آخر ان کوہمیں وقت دینا پڑا۔اور میں نے یوں تقریر شروع کی۔

ہماری آخری تقریر

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

مولوی صاحب نے ہماری سب باتوں کو مان لیا ہے اور کہا ہے کہ میری تین چار باتوں کا جواب دے دو۔ لیجئے جناب! ہم آپ کو ان کا بھی جواب دے دیتے ہیں:

(۱) پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ توفی کا لفظ جیسے مسیح کے لئے استعمال ہوا ہے اس کے معنے سوائے قبض روح اور موت کے ہو ہی نہیں سکتے۔ تو پھر موت کے لفظ کے دکھانے کی کیا ضرورت۔ مثلاً گندم اور گیہوں کا مفہوم جب ایک ہے تو ایک کے بولنے سے مفہوم ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح توفی مذکورہ بالا قاعدہ کی رو سے جب موت کا مترادف ہے تو ایک کا بولنا ہی کافی ہے۔

آپ بھی تو ذرا قرآن مجید سے حیات کا لفظ نکال دیں کہ مسیح زندہ ہے۔ لیجئے ہم آپ کو موت کا لفظ بھی دکھا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ **والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا.** (سورۂ مریم ع ۲ پ ۱۶) مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا۔ اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ آپ اس میں بھی اعتراض کر سکتے ہیں کہ اموت مضارع کا صیغہ ہے کہ جس سے یہ نکل سکتا ہے کہ وہ آئندہ مر جائے گا تو پھر حضرت یحییٰ کو بھی زندہ ماننا پڑے گا۔ کیونکہ ان کے لئے بھی مضارع کا ہی صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا.** (سورۂ مریم ع ۱ پ ۱۶) پس حضرت مسیح اور یحییٰ علیہم السلام کے لئے موت کا لفظ وارد ہوا ہے۔

(۲) دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم مسیح کی قبر کا ثبوت دیں کیونکہ کسی کی اثبات موت کے لئے قبر کا ثبوت دینا ضروری نہیں ہوتا۔ ورنہ آپ سوا لاکھ پیغمبروں کی قبر کا تو ثبوت دیں۔ اور جو حضرت مسیح موعودؑ نے کشمیر میں قبر بتائی ہے تو آپ نے تاریخی واقعات سے اسے ثابت کیا ہے جیسے کہ اکمال الدین وغیرہ کتب سے ثبوت

دیا ہے اور کشمیر کے باشندگان میں سے بہتر آدمیوں نے اس پر گواہی دی ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔ پس تاریخی ثبوت کے لحاظ سے ہم سمجھتے ہیں کہ کشمیر میں مسیح کی قبر ہے اور بھی اس پر شواہد و دلائل الخیل وغیرہ سے حضرت صاحبؑ نے پیش کئے ہیں۔

(۳) تیسری بات کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں کہ **انہ راجع الیکم** حدیث رسول اللہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ حسن بصری کا قول ہے اور بیہقی کی روایت اس لئے صحیح نہیں ہوسکتی کہ وہ اصل میں نہیں پائی جاتی۔ اور آپ کہتے ہیں امام بیہقی بڑا امام ہے جبھی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث کسی اور نے درج کردی ہوگی۔ کیونکہ اتنا بڑا امام دوسرے کی طرف جھوٹ قول منسوب نہیں کرسکتا۔

(۴) چوتھی بات کا جواب یہ ہے کہ کتاب ماثبت بالسنۃ میں جس حدیث کے بعد کہا گیا ہے۔ فیہ مقال ہے۔ وہ یہ ہے۔

لم یکن نبی الا عاش نصف عمر اخیه الذی قبله وقد عاش عیسی خمسة وعشرین ومائة.

پس اس میں مسیح کی ۱۲۵ سال عمر بتائی گئی ہے۔ اور جو ۱۲۰ سال والی حدیث پیش کی گئی ہے وہ صحیح ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب حجج الکرامہ صفحہ ۲۴۸ میں فرماتے ہیں۔ ورجالہ ثقۃ۔ کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔ ضعیف نہیں ہیں۔ آپ کے سوالوں کے میں نے بتمامہ جواب دے دیئے ہیں۔ لیکن میرے سوال ویسے کے ویسے ہی پڑے ہیں۔ آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے وہ سوالات پیش کئے۔ پانچ وہ جو آیت **ان من اھل الکتب** کے اس کے معنوں پر کئے گئے ہیں۔

(۶) چھٹا سوال یہ کیا تھا کہ آپ **قد خلت من قبله الرسل** کے معنے کریں۔

(۷) آپ **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کرنے میں کون سا قرینہ لیتے ہیں۔

(۸) کہ حضرت مسیح آسمان پر نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ اور زکوٰۃ کن کو دیتے ہیں؟

(۹) تیسری کون سی صورت ہے کہ وہ زندہ ہوں اور کھانا نہ کھاتے ہوں؟

(۱۰) پھر **فیها تحیون وفیها تموتون** کے خلاف وہ کس طرح اور کیوں آسمان پر اٹھائے گئے؟

تلک عشرہ کاملہ

پس میرے مطالبات میں سے آپ نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا پھر میں نے قرآن مجید سے وفات مسیح پر جو آیات بیان کی تھیں۔ دہرائیں۔

جب میں نے اپنی تقریر ختم کی تو حاضرین میں سے ایک سکھ پنشنر ڈاکٹر سردار مگھر سنگھ صاحب ساکن کالووال نے مجھے ۵/روپے انعام کے طور پر پیش کئے۔

غیر احمدی: مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:-

احمدی: مولوی صاحب! آپ ابھی دوسرے مسئلہ کو شروع نہیں کر سکتے جب تک یہ نہ طے ہو جائے کہ پہلی تقریر کس کی ہے۔لیکن مولوی صاحب تو حواس باختہ ہو گئے تھے۔ پھر اٹھ کر کہنے لگے مرزا صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں۔

میں نے کہا مولوی صاحب دوسرا مسئلہ صداقت مسیح موعود ہے اس کے مدعی ہم ہیں۔ نہ آپ۔ پہلی تقریر ہماری ہے تا کہ ہم آپ کا دعویٰ بیان کریں۔ پھر آپ اس پر جرح کرنے کے مجاز ہوں گے۔لیکن مولوی صاحب بھلا کہاں سنیں۔ چونکہ پہلے مسئلہ میں منہ کی کھا چکے تھے۔ اور یہی زخم تازہ ہی تھے۔ بھلا دوسرا مسئلہ کس طرح شروع کر سکتے تھے۔آخر آپ تو بیٹھ گئے۔

اور مذکور فی الابتداء مولوی کھڑا ہوا۔ اور پنجابی شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔ اور ایمان کی تین اقسام بتائیں۔ ایک ایمان امارہ۔ ایک ایمان لوامہ۔ اور ایک ایمان مطمئنہ۔ اس طرح پر مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی جان بچائی۔ اور یوں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم نے ایک عظیم الشان فتح پائی۔

تمام شد